حضرت عیسیٰ مسیح کی زندگی

حضرت عیسیٰ مسیح کی زِندگی

مُصنّفہ

شوبھا

ناشرین

ایم۔ آئی۔ کے

۳۶۔ فیروز پور روڈ۔ لاہور

بار ---------------------- پندرہ
تعداد ---------------------- ایک ہزار
قیمت ---------------------- ۱۶ روپے

سنہ ۲۰۰۴ء

اردو ایڈیشن کے جملہ حقوق بحق ناشرین، ایم۔ آئی۔ کے، لاہور محفوظ ہیں۔

مینیجر ایم۔ آئی۔ کے ۳۶ فیروز پور روڈ، لاہور نے مکتبۂ جدید پریس، لاہور
سے چھپوا کر شائع کیا۔

"خُدا ہی ہے جس نے فرمایا کہ تاریکی میں سے نُور چمکے اور وہی
ہمارے دلوں میں چمکا تاکہ خُدا کے جلال کی پہچان کا نُور
یِسُوؔع مسیح کے چہرہ سے جلوہ گر ہو۔"
اِنجیلِ مُقدّس، ۲۔کرنتھیوں ۴:۶

خوشخبری

"یہ ہمارے خُدا کی عین رحمت سے ہو گا، جس کے سبب سے عالمِ بالا کا آفتاب ہم پر طلُوع کرے گا تاکہ اُن کو جو اندھیرے اور موت کے سایہ میں بیٹھے ہیں روشنی بخشے اور ہمارے قدموں کو سلامتی کی راہ پر ڈالے"
(لوقا ۱: ۷۸-۷۹)۔

زِندگی کا سفر کرنے والے اس بات کو اچھّی طرح جانتے ہیں کہ اِس دُنیا پر تاریکی چھائی ہوئی ہے، اور ہر انسان کبھی نہ کبھی غم میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس سفر کا انجام مَوت ہے۔ انسان کے ذہن پر لاعلمی کا پردہ پڑا ہوُا ہے، اور وہ نہیں جانتا کہ وُہ کہاں سے آیا ہے اور کدھر جا رہا ہے۔ وُہ زِندگی کے مدّعا و مقصد سے بھی ناآشنا ہے۔ یہ غم، لاعلمی اور موت تو اس تاریکی کا محض عکس ہیں۔ اس کی اصل جڑ تو گُناہ ہے۔ اُسی نے بنی آدم کو بُری خواہشات کا غلام بنا رکھا ہے اور اس کا اظہار اُس کے بُرے کاموں سے ہوتا ہے۔

یہ گُناہ کی تاریکی ہی ہے جو انسان کو خُدا سے جُدا کرتی ہے کیونکہ خُدا نُور ہے اور اُس میں ذرا بھی تاریکی نہیں[1]۔ اور چونکہ تاریکی اور نُور کبھی ایک جگہ اکٹھے نہیں ہو سکتے، اس لئے انسان اپنی گُناہ آلود طبیعت کے باعث خُدا کی حضوری سے نکال دیا گیا۔

مگر اس کے باوجود بھی اِنسان خُدا کا طالب ہے، کیونکہ دُنیا کی تاریکی میں تنہا ہونے کے باعث اس کی حالت اُس بچّے کی سی ہے، جو ماں کی مامتا سے محروم کر دیا گیا ہو۔ صِرف خُدا کے ساتھ میل ملاپ سے ہی اُسے خوشی اور دلی سکُون نصیب ہو سکتا ہے۔

لہٰذا اب وہ اندھیرے میں اس اندھے انسان کی طرح ٹٹول رہا ہے، جسے یہ تو پتا ہے کہ کوئی چیز وہاں ہے مگر وہ دیکھ نہیں سکتا کہ کہاں ہے۔ وُہ خُدا کو ڈھونڈنا چاہتا ہے۔ وُہ خُدا کی بارگاہ میں فریاد کر رہا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اُس پر ظاہر کرے اور اپنی حضوری سے اُسے دلی اطمینان بخشے۔

خُدا نے انسان کی فریاد کو سُن لیا ہے۔ یہ خوشخبری ہر ایک بشر کے لئے ہے کہ اُس نے اس کی فریاد سُن لی ہے اور اپنی بے پایاں محبّت میں اس کا جواب بھی دیا ہے۔ صرف لفظوں میں ہی نہیں بلکہ عملی طور پر اس کا اظہار یُوں کیا کہ خُدا وند یسُوعؔ مسیح کو اس دُنیا میں بھیج دیا۔

خداوند یسوؔع مسیح کی زندگی کا مفہوم یہ ہے کہ وُہ خدا کی طرف سے انسان کا حاجت روا بنے۔ خُدا نے انسان کی روشنی اور خوشی کی فریاد کا جواب مسیح یسُوؔع کے بھیجنے میں دیا ہے۔ خُدا وند یسوؔع مسیح ہی میں خُدا انسان سے کامل طور پر ہم کلام ہوتا ہے اور واضح طور پر اپنا اظہار کرتا ہے۔

خُداوند یسوؔع مسیح میں اور اُس کے وسیلہ ہی سے انسان خُدا کے، اور خُدا انسان کے قریب آتا ہے۔ جیسے مُہر کی چھاپ موم پر موجود ہوتی ہے اور سُورج کی روشنی دھوپ[2] میں، اسی طرح خُدا کے کلام کے مطابق "خُدا نے مسیح میں ہو کر اپنے ساتھ دُنیا کا میل ملاپ کر لیا[3]"۔

کاش کہ جب ہم اس عظیم شخصیّت کے واقعاتِ زندگی کی تفصیل پر غور کرتے ہیں جو ہمیں خُدا کے جلال کی پہچان کی روشنی[4] اور خُدا کی محبّت کا یقین دلانے آئی ہے، تو پاک رُوح ہمارا ہادی ہو اور ہمارے قدم اُس کی ہدایت سے اطمینان کے راستہ پر گامزن ہوں۔

کتابِ مُقدّس کے حوالجات

۱۔ ۱ یُوحنّا ۱:۵ — ۲۔ ۲۔کرنتھیوں ۵:۱۹

۳۔ عبرانیوں ۱:۳ — ۴۔ ۲۔کرنتھیوں ۴:۶

سرائے

قریباً دو ہزار سال ہوئے کہ سردیوں کے موسم میں، ایک دن ایک دیہاتی بڑھئی بنام یوسفؑ فلسطین کے شمالی پہاڑی علاقہ کے ایک گاؤں ناصرت سے بیت الحم کی طرف سفر پر روانہ ہوا جو کہ ناصرت سے اسّی میل دُور تھا۔

صدیوں پہلے بیت لحم اُس کے آباؤ اجداد کا شہر تھا۔ وہ سفر میں تنہا نہیں تھا بلکہ اُس کی بیوی مریمؑ بھی اس کی ہمسفر تھی جو کہ عمر میں اُس سے کئی برس چھوٹی تھی۔ وہ اتنے لمبے سفر کے قابل تو نہ تھی کیونکہ اُس کے پہلوٹھے بچّے کی پیدائش کے دن قریب تھے۔ مگر حالات کچھ ایسے تھے جن کے تحت اس نے اس لمبے سفر کی تکلیفوں کو اپنے دیہاتی گھر میں اکیلی رہنے پر ترجیح دی۔

یوسفؑ کو اپنے سفر کا مقصد ناپسند تھا۔ اس کی قوم اسرائیل رومی سلطنت کی رعایا تھی اور رومی قیصر اوگوستُس نے یہ حکم جاری کیا تھا کہ اس کی سلطنت کے تمام لوگوں کی مردم شماری کی جائے۔ یہودیوں پر بھی

فرض تھا کہ اپنے نام اُس گاؤں یا شہر میں درج کرائیں، جس سے اُن کے خاندان کا تعلق تھا۔ اس لیے یوسفؔ کو بیتؔ لحم کا سفر کرنا پڑا اور مریمؔ بھی اُس کے ساتھ ہولی۔

اس سڑک پر یوں تو وُہ اکیلے ہی مسافر نہ تھے مگر چونکہ وہ آہستہ آہستہ چلنے پر مجبور تھے، اس لیے دُوسرے مسافر اُنہیں پیچھے چھوڑ جاتے تھے۔ وُہ شام کو بہت دیر سے بیتؔ لحم پہنچے۔ جب وہ گاؤں کی سرائے میں پہنچ گئے، تو تھک کر چُور ہو چُکے تھے۔ یہ معمولی پتھروں کی بنی ہوئی زیادہ اونچی عمارت نہ تھی۔ بھلے وقتوں میں بھی اس کی حالت بڑی خستہ تھی۔ مسافر اپنے بستر فرش پر بچھاتے تھے۔ یہ فرش صحن سے جہاں رات کو گھوڑے، خچر، بیل اور اونٹ باندھے جاتے تھے، کوئی فٹ دو فٹ اُونچا ہو گا۔ ایسے موقعوں کے لئے جب کہ لاتعداد لوگ بیتؔ لحم میں آ گئے تھے، سرائے بالکل ناکافی تھی۔ یوسفؔ اور مریمؔ جب سرائے کے پھاٹک پر پہنچے، تو کیا دیکھتے ہیں کہ سرائے میں تِل دھرنے کو بھی جگہ نہیں ہے۔

بیتؔ لحم میں اور کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں وہ جا سکتے تھے۔ عرصہ ہُوا یوسفؔ کا خاندان بکھر چکا تھا۔ اُدھر مریمؔ کی یہ حالت تھی کہ وُہ نہ صرف تھک کر چُور ہو چکی تھی بلکہ اُسے یہ بھی دردناک آگاہی تھی کہ چند ہی گھنٹوں میں وہ ایک بچّے کی ماں بننے والی ہے۔ اب یوسفؔ کے لئے سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ جانوروں کے نچلے گندے اور بدبودار صحن کے ایک کونے میں ہی ٹِک رہے، جہاں کم از کم مریمؔ کو سر دھرنے کے لئے تو جگہ مل جائے گی۔

رات کے کسی وقت مریمؔ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ اس وقت اُس کے پاس کوئی نہ تھا جو اس کی مدد کرتا۔ لہٰذا اُس نے خود ہی بچّے کو کپڑے

میں دستور کے مطابق مضبوطی سے لپیٹ دیا اور اُسے پاس ہی چارے سے بھری ہوئی چرنی میں لٹا دیا۔

اِس سرائے کے دوسرے مسافروں کے لئے یہ بات کہ ایک دیہاتی لڑکی کے یہاں لڑکا پیدا ہوا ہے، غیر معمولی نہ تھی۔ ممکن ہے بعض لوگوں کو اُس نوجوان ماں پر اور بچّے پر ترس آیا ہو، لیکن انہوں نے اس معاملہ میں کسی عملی مدد کا اظہار نہیں کیا کیونکہ رات کا وقت تھا اور ان پر نیند کا غلبہ تھا۔

مگر جب کہ سرائے کے لوگ سوئے ہوئے تھے تو رات کی خنکی میں زیتون کے درختوں کے ایک باغ کے قریب کے میدان میں اور بیتؔ لحم سے قریباً ایک میل دُور چند گڈریے اپنی بھیڑوں کی رکھوالی کر رہے تھے۔ ان گڈریوں کے گلّے جو ہیکل کی قربانی کے لئے تھے، سال بھر باہر رہا کرتے تھے۔ اور ممکن ہے وہ بھیڑیوں اور چوروں کے ڈر کی وجہ سے پہرہ دیتے وقت مُقدّس شہر کی عظیم الشان ہیکل کے متعلق سوچ رہے ہوں۔ کیونکہ یروشلیمؔ کی ہیکل یہودی قوم کی دینی زندگی کا مرکز تھی۔ وہ اس جلال کی نشانی تھی جبکہ وہ آزاد اور خود مختار قوم کی حیثیت رکھتے تھے۔ ہیکل انہیں اس امر کی یاد دہانی کراتی تھی کہ ان کے پرانے نوشتوں کے مطابق، وہ ایک ایسی قوم ہیں جنہیں خدا نے ایک اعلیٰ مقصد کو پُورا کرنے کے لئے چُنا ہے۔ اور وہ مقصد یہ تھا کہ دُنیا کی تمام قوموں کو خُدا کے متعلق بتایا جائے۔ پُرانی پیشین گوئیوں کا پیغام اس قسم کا تھا کہ ایک دن اس ہیکل میں ایک نجات دہندہ آئے گا، وہ راستی کی بادشاہت قائم کرے گا اور تمام دنیا پر حکومت کرے گا۔ اگرچہ گڈریے جاہل تھے مگر وہ یہ باتیں جانتے تھے اور کبھی کبھی جب اُنہیں رات کی خاموشی میں اپنے چوگرد خُدا کی حضوری محسوس ہوتی تھی تو وہ اُس

موعودہ نجات دہندہ کا ذکر کرنے لگتے تھے۔ ان کا سادہ ایمان یہ تھا کہ خدا نے جو وعدہ پرانے وقتوں میں ان کی قوم سے کیا تھا، ضرور پورا ہوگا۔

جب وہ اس ستاروں بھری رات کی خاموشی میں اپنی بھیڑوں کے پاس بیٹھے تھے تو اچانک اُن کے گرد بڑا نور چمکا اور اُن کے سامنے ایک جلالی شکل نمودار ہوئی۔ وہ اُس کے جلال کی تابانی سے نہایت ڈر گئے اور اُس کے چہرہ پر نظر نہ کر سکے۔ چونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ خدا کا فرشتہ ہے اس لئے وہ اُس کے آگے سجدہ میں گر گئے۔

تب فرشتے نے اُن سے کہا "ڈرو مت کیونکہ دیکھو میں تمہیں بڑی خوشی کی بشارت دیتا ہوں جو ساری اُمت کے واسطے ہوگی کہ آج داؤد کے شہر میں تمہارے لئے ایک منجی پیدا ہوا ہے یعنی مسیح خداوند۔ اور اُس کا تمہارے لئے یہ نشان ہے کہ تم ایک بچے کو کپڑے میں لپٹا اور چرنی میں پڑا پاؤ گے۔"

جونہی گڈریوں نے حیرانی میں اپنے سروں کو زمین سے اٹھایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ یکایک آسمانی لشکر کا ایک گروہ خدا کی حمد کرتا اور یہ کہتا ظاہر ہوا کہ "عالم بالا پر خدا کی تمجید ہو اور زمین پر اُن آدمیوں میں جن سے وہ راضی ہے صلح۔"

یہ شاندار رویہ صرف پل بھر رہی اور پھر رات پہلے کی طرح تاریک ہو گئی۔ گڈریے ہکے بکے خاموشی سے آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے کہ ہم نے کیا دیکھا اور کیا سنا! آخر کار ان میں سے ایک بولا "آؤ بیت لحم تک چلیں اور یہ بات جو ہوئی ہے اور جس کی خداوند نے ہم کو خبر دی ہے، دیکھیں۔"

وہ جلدی جلدی بیت لحم کے خاموش باغوں میں سے گزرتے ہوئے

اس سبزہ زار میں جا پہنچے جہاں گاؤں آباد تھا اور جہاں سرائے بنی ہوئی تھی۔ سرائے کے دروازہ پر بندھی ہوئی قندیل نے اُن کی راہنمائی کی! اور اس کے علاوہ انہیں روحانی طور پر یقین بھی تھا کہ وہ لڑکا جس کے متعلق فرشتے نے بشارت دی تھی وہیں ہوگا۔ وہ اونگھتے اور جگالی کرتے ہوئے جانوروں کے درمیان سے گزرتے ہوئے، اس تنگ صحن میں یوسف اور مریم کے پاس پہنچ گئے، جو چرنی کے پاس جس میں بچہ لپٹا ہوا تھا، بیٹھے ہوئے تھے۔

جونہی انہوں نے بچے کو چرنی میں پڑا ہوا پایا تو اُس کے آگے سجدہ کیا۔ پھر وہ بڑے اشتیاق سے بیان کرنے لگے کہ فرشتہ نے اُنہیں بتایا تھا کہ وہ بچہ خدا کا ممسوح یعنی نجات دہندہ ہے، جس کا ذکر پاک نوشتوں میں آیا ہے۔ جلد ہی سرائے کے تمام لوگ بھی جاگ اُٹھے اور گڈریوں سے ان کی رویا کے متعلق پوچھنے لگے۔ وہ لوگ بڑی حیرانی سے اس بچے کو دیکھتے تھے، جس کے متعلق بتایا گیا تھا کہ وہ بڑا قادر ہوگا مگر اُس کے باوجود بھی اب وہ اس قدر عاجزانہ طور پر پیدا ہوا ہے کہ اس کا نہ تو کوئی نقیب ہے اور نہ ہی کوئی خادم۔

مگر بچے کی ماں مریم خاموش تھی۔ وہ اتنے گہرے خیالات میں ڈوبی ہوئی تھی کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ صرف وہ اور یوسف ہی اس راز سے واقف تھے جو بچے کی پیدائش سے پیشتر فرشتہ نے انہیں بتایا تھا اور جسے انہوں نے ابھی تک اپنے سینے میں محفوظ رکھا ہوا تھا۔ مگر جونہی گڈریے خوشی خوشی خدا کی حمد کرتے ہوئے سرائے سے نکل گئے، تو مریم پھر اُسی مکاشفہ پر غور کرنے لگی جو ایک سال پہلے خدا نے اُسے دیا تھا۔ یہ مکاشفہ یوسف کے ساتھ اس کی منگنی کے تھوڑی دیر بعد ہوا تھا۔ "سلام تجھ کو جس پہ

فضل ہُوا ہے۔ خُدا وند تیرے ساتھ ہے"۔ فرشتے نے جو اس کے دیہاتی گھر میں اس پر ظاہر ہُوا تھا اُسے اس طرح سلام کیا تھا۔ وُہ اُس کے اچانک ظہور اور اس عجیب کلام سے چونک اُٹھی تھی۔ مگر جونہی اُس سے خوفزدہ ہو کر اُس نے اپنا چہرہ چھپایا تو وہ اُس سے پھر مخاطب ہُوا۔

"اے مریمؔ، خوف نہ کر کیونکہ خُدا کی طرف سے تجھ پر فضل ہُوا ہے اور دیکھ تو حاملہ ہوگی اور تیرے بیٹا ہوگا۔ اُس کا نام یسُوعؔ رکھنا۔ وُہ بزرگ ہوگا اور خُدا تعالیٰ کا بیٹا کہلائے گا اور خُدا وند خُدا اُس کے باپ داؤدؔ کا تخت اُسے دے گا اور اس کی بادشاہی کا آخیر نہ ہوگا"۔

مریمؔ نے شرماتے ہُوئے کہا" یہ کیونکر ہوگا جب کہ مَیں مرد کو نہیں جانتی؟"

فرشتہ نے جواب دیا رُوح القُدس تجھ پر نازل ہوگا اور خُدا تعالیٰ کی قدرت تجھ پر سایہ ڈالے گی اور اس سبب سے وہ مولودِ مُقدّس خُدا کا بیٹا کہلائے گا"۔

مریم کا دِل حیرانی اور فروتنی سے بھر گیا اور جواب میں کہنے لگی" دیکھ میں خُداوند کی بندی ہوں، میرے لئے تیرے قول کے موافق ہو"۔ تب وُہ فرشتہ اُس سے رخصت ہو گیا۔

پس مریمؔ اُمیدؔ سے تھی اور جب یوُسف کو اِس کا علم ہُوا تو اُسے سخت افسوس ہُوا۔ اُس کا خیال تھا کہ مریم نے اس سے بے وفائی کی ہے۔ وہ اس معاملے کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتا تھا کیونکہ یہ بات ابھی تک اُس پر کھولی نہیں گئی تھی لہٰذا اُس نے اُسے گنہگار فرض کرتے ہوئے، چپکے سے چھوڑ دینے کا ارادہ کیا۔ مگر چونکہ وہ خود راستباز اور حلیم شخص تھا، اِس

لئے وہ کسی بہانہ کی تلاش میں تھا، جس کے سبب سے وہ خفیہ طور پر مریمؔ کو منگنی کے معاہدے سے آزاد کر دے تاکہ اُس کا جُرم پوشیدہ رہے۔ تب یوُں ہُوا کہ ایک رات خواب میں اس پر خُدا کا فرشتہ ظاہر ہُوا۔ اِس فرشتے نے اُسے تسلّی اور یقین کا پیغام دیا۔

"اے یوسفؔ ابنِ داؤدؔ، اپنی بیوی مریمؔ کو اپنے ہاں لے آنے سے نہ ڈر کیونکہ جو اُس کے پیٹ میں ہے وہ رُوح القُدس کی قدرت سے ہے۔ اُس کے بیٹا ہوگا اور تو اُس کا نام یسُوعؔ رکھنا کیونکہ وُہی اپنے لوگوں کو اُن کے گناہوں سے نجات دے گا"۔

اِسی لڑکے کی پیدائش کے متعلق خُدا نے صدیوں پیشتر یوں پیشین گوئی کی تھی" دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی اور اُس کا نام عمانوایل رکھیں گے جس کا ترجمہ ہے خُدا ہمارے ساتھ ہے"۔

خُدا کے خیال کیا ہی عجیب ہیں اور اس کی راہیں کیا ہی عمیق ہیں۔ کس کی سمجھ میں آسکتا تھا کہ وہ جس کے جلال سے آسمان اور زمین معمور ہیں، وہ اُس جلال کو چھوڑ کر انسان بن جائے گا اور انسان بن کر بھی ایسی پستی اختیار کرے گا۔ کون سمجھ سکتا تھا کہ جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے، وہ ایک غریب عورت کے گھر جنم لے گا اور اپنے بھید اُن جاہل گڈریوں پر کھولے گا۔

فی الحقیقت صرف وہی لوگ جن کا یہ ایمان ہے کہ خُدا محبت ہے، اِن عجائبات کو سمجھنے کی توقع رکھ سکتے ہیں۔ چونکہ یہ محبّت کے کام ہیں، اس لئے وہ جو محبّت ہے، وہی اس عظیم حقیقت کو ہمیں اس بچّے کی معرفت جو چرنی میں پیدا ہوا سکھائے گا۔ اس کا نام عمانوایلؔ یعنی" خُدا ہمارے

ساتھ" اور یسوعؔ ہے، جو ہمیں ہمارے گناہوں سے مخلصی دے گا۔

پہلی بات یہ ہے کہ محبّت کا یہ طریقہ نہیں کہ وہ شان و شوکت اور جاہ و جلال سے اپنا اظہار کرے۔ وہ اپنے لئے بڑی چیزوں کی طالب نہیں ہوتی۔ کلام میں آیا ہے کہ "محبّت شیخی نہیں مارتی اور پھولتی نہیں[2]۔"

دوسری بات یہ ہے کہ خدا کو ایک غریب کنواری بھی اتنی ہی عزیز ہے جتنا کہ ایک مالدار بادشاہ۔ جو لوگ دل کے غریب اور ایمان کے معاملہ میں مالدار ہیں، وہی لوگ خدا کے محبّت بھرے دل کو خوش کر سکتے ہیں[3]۔

تیسری اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ "محبّت صابر ہے اور مہربان[4]۔" انسان نے گذشتہ زمانوں میں خدا کے احکام یعنی اُس کی شریعت کی خلاف ورزی کی۔ اس نے اس کی توہین کی اور اپنے دل کی سختی کے باعث، اُس کے دل کو رنجیدہ کیا، تو بھی خدا اُن سے مخاطب ہو کر کہتا ہے "میں نے تجھ سے ابدی محبت رکھی[5]۔" اور اب اس نے اپنا اکلوتا بیٹا دے دیا تاکہ ان کا نجات دہندہ ہو اور ان کی غریبی اور دکھ درد میں شریک ہو اور وہ اس کی زندگی میں جو ابدی ہے شریک ہو کر اس کے ساتھ آسمانی خوشیوں کے وارث بن سکیں۔ وہ جو دولت مند تھا، ہماری خاطر غریب بنا تاکہ اُس کی غریبی کے وسیلہ سے ہم دولت مند بن سکیں[6]۔ اس حقیر چرنی سے محبّت کی آواز پکار پکار کر گویا کہہ رہی ہے، جو کچھ میرے پاس ہے تمہاری خاطر سب کچھ خرچ کروں گا اور خود بھی نچھاور ہو جاؤں[7] گا"۔ ایسی محبّت کے مقابلے میں جو احسان فراموشوں اور بدکاروں کی بھی ہمدرد ہے[8]، انسان کے مغرور دل کو ضرور پست ہونا چاہیئے۔ "ہم نے خدا سے محبّت نہیں کی بلکہ اس نے ہم سے محبّت کی[9] اور ہماری نجات کے لئے اپنے بیٹے کو بھیجا۔

کلامِ مُقدّس کے حوالجات

عام:۔ لوقا ۲: ۱۔ ۲۰، ۲۶۔ ۳۸، متّی ۱: ۱۸۔ ۲۵

خاص:۔ [1] یسعیاہ ۷: ۱۴ [2] ۱۔ کرنتھیوں ۱۳: ۴۔ ۵

[3] یعقوب ۲: ۵؛ رومیوں ۲: ۱۱ [4] ۱۔ کرنتھیوں ۱۳: ۴

[5] یرمیاہ ۳۱: ۳ [6] ۲۔ کرنتھیوں ۸: ۹

[7] ۲۔ کرنتھیوں ۱۲: ۱۵ (یہ الفاظ اُس کے ہیں جس نے خداوند یسوعؔ سے یہ سیکھا کہ محبّت کا مفہوم کیا ہے)۔

[8] لوقا ۶: ۳۵ [9] ۱۔ یوحنا ۴: ۱۰

شاہی محل

بیت لحم سے چھ میل دُور ایک پہاڑی کی چوٹی پر قلعہ نما محل کے میناروں کی پرچھائیاں، مُقدّس شہر یروشلیم پر پڑ رہی تھیں۔ محل کے سامنے شہر کی طرف رُخ کئے ہوئے، باغات، تالاب اور وسیع اور ٹھنڈے برآمدے تھے۔ شہر کی فصیل کی طرف جہاں سے شہر میں داخل ہونے کے لئے پھاٹک بنے ہوئے تھے اور جہاں سے عام طور پر حملوں کا خطرہ ہوتا تھا، تین اُونچے اُونچے بُرج بنے ہوئے تھے۔ ان بُرجوں پر رات دن فوجی سپاہی پہرہ دیتے تھے۔

یہ ہیرودیس اعظم کا محل تھا اور یہیں سے وہ بڑی بدکار زندگی گزارنے کے بعد اپنی آخری عمر میں بڑی بے رحمی سے حکومت کر رہا تھا۔ یہودی اس سے سخت نفرت کرتے تھے کیونکہ وہ اُسے بادشاہی کا مستحق نہیں سمجھتے تھے۔ رُومی بھی اُسے حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے، کیونکہ وہ ان کے ہاتھوں میں محض ایک کٹھ پُتلی تھا۔ یہ شخص اس ڈر کی وجہ سے کہ کہیں تخت کا کوئی دُوسرا دعویدار نہ اُٹھ کھڑا ہو، ہمیشہ محتاط اور چوکنا رہتا تھا۔

لیکن اس قدر چوکس رہتے ہوئے اور بے شمار جاسوسوں کی موجودگی میں

بھی، اُسے گڈریوں کی رویا اور فرشتے کے اِن لفظوں کے متعلق جو اُس نے مریمؔ کے بچّے کے متعلق کہے اور جو اُس کے محل سے چند میل دور پیدا ہوا تھا، مطلق خبر نہ ہوئی۔ حتیٰ کہ جب مریمؔ نے بیت لحم کے ایک چھوٹے سے مکان میں رہائش اختیار کی اور چالیس دن بعد بچّے کو یروشلیم کی عظیم الشان ہیکل میں لے گئے، تو اس وقت بھی ہیرودیس کو خبر نہ ہوئی کہ وہ شہر جس پر وہ حکومت کا دعویدار ہے، اس میں کیا ہو رہا ہے۔ لیکن یروشلیم میں چند ایسے لوگ تھے جو حیرانی سے کہتے تھے کہ ہیکل میں کیا ہوا ہے!

جب بچّے کو ہیکل میں خدا کے حضور پیش کیا گیا اور ولادت سے متعلق تمام مذہبی رسوم ادا کی جا چکیں، تو ایک بزرگ نے جس کی تمام لوگ عزّت کرتے تھے، اس بچّے کو اپنی گود میں لے کر اعلان کیا کہ یہ خدا کا ممسوح ہے اور خوشی و مسرّت کے یہ کلمے کہے۔

"اے مالک، اب تُو اپنے خادم کو اپنے قول کے موافق سلامتی سے رخصت کر، کیونکہ میری آنکھوں نے تیری نجات دیکھ لی ہے جو تُو نے سب قوموں کے رُوبرو تیار کی ہے۔"

یہی نہیں بلکہ وہاں حنّاہ نامی ایک عمر رسیدہ نبیہ تھی۔ اس کی عمر سَو سال سے زیادہ تھی۔ لوگ اُسے بڑی پاکباز عورت سمجھتے تھے اور اس کی زندگی بھی پرہیزگارانہ تھی۔ وہ رات دن ہیکل میں خدا کی عبادت اور گیان دھیان میں مشغول رہتی تھی۔ اس نے بھی، جبکہ مریمؔ بچّے کو ہیکل سے باہر لے جا رہی تھی، دیکھا تو برملا کہا کہ یہی وہ نجات دہندہ ہے جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔"

یہ باتیں گلی کوچوں میں مشہور ہونے لگیں۔ مگر کون یقین کر سکتا تھا کہ یہ درست ہیں! عوام کا خیال تھا کہ نجات دہندہ پیدا ہوگا، تو بڑے بڑے معجزوں سے اُس

کی پیدائش کا اعلان ہوگا اور تمام قوم اس سے باخبر ہوگی۔

مگر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد یرُوشلیم میں ایک عجیب واقعہ ہُوا، جس سے سارا شہر چونک اٹھا۔ شہر کے پھاٹکوں سے ہیرودیس کے محل کو جانے والے راستہ پر ایک جلوس آہستہ آہستہ چلا جا رہا تھا۔ وہ لوگ اونٹوں پر سوار تھے اور بڑا زرق برق لباس پہنے ہوئے تھے اور ان کے پیچھے پیچھے ان کے خادم قیمتی تحائف اٹھائے چلے آ رہے تھے۔ یہ اجنبی لوگ کون تھے اور کہاں سے آئے تھے؟ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ یہ فارسی ہیں۔ بعض کہتے تھے، نہیں یہ ہندوستانی یا عربی ہیں۔ مگر صحیح معنوں میں یہ کوئی نہیں بتا سکتا تھا کہ یہ کون لوگ تھے۔

جب وہ محل میں پہنچے تو ان اجنبیوں کو شاہی دربار میں بادشاہ کے حضور پیش کیا گیا۔ شاہی آداب بجا لانے کے بعد انہوں نے اپنے سفر کا مقصد بیان کیا۔ وہ پوچھنے لگے "یہودیوں کا بادشاہ جو پیدا ہُوا ہے کہاں ہے؟ کیونکہ پورب میں اس کا ستارہ دیکھ ہم اُسے سجدہ کرنے آئے ہیں۔"

یہ سُن کر ہیرودیس بہت گھبرایا۔ اس نے سُن رکھا تھا کہ اِن جیسے لوگ ستاروں کا علم خوب جانتے ہیں۔ اُسے یہ بھی معلوم تھا کہ رومیوں اور بعض دوسری قوموں میں مشہور ہے کہ جب کبھی کوئی بڑی شخصیت پیدا ہونے والی ہو، تو آسمان پر بڑی عجیب و غریب علامتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ مگر جب یہودیوں کے بادشاہ کا ذکر ہُوا تو اُس کے دل میں اور ہی خیالات پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ وہ اجنبیوں سے کہنے لگا "تھوڑی دیر یہیں ٹھہرئیے۔" اُس نے نے فوراً دینی عُلما اور پنڈتوں کو اپنے محل میں طلب کیا اور اُن سے دریافت کرنے لگا۔

اُس نے اُن سے پوچھا "خُدا کے کلام کے مطابق مسیح یعنی خدُا کا ممسُوح کہاں پیدا ہوگا؟"

اُنہوں نے کلام مُقدس کے حوالے سے بتایا کہ اس کی پیدائش یہودیہ کے صوبہ میں بیت لحم کے مقام پر ہوگی۔

پھر ہیرودیس نے دینی عُلما اور پنڈتوں کو رخصت کیا اور ان اجنبیوں کو پیغام بھیجا کہ وہ تنہائی میں اس کے ساتھ گفتگو کریں۔ جب وہ آئے تو اس نے ان سے ذرا تفصیل سے پوچھا کہ اُنہیں ستارہ کب دکھائی دیا تھا اور جب سُورج غروب ہُوا تو اُس نے انہیں بیت لحم کو روانہ کیا کہ بچّے کی پیدائش کی حقیقت معلوم کر کے اسے اطلاع دیں اُس نے مزید کہا "جب وہ ملے تو مجھے خبر دینا تاکہ میں بھی آ کر اُسے سجدہ کروں۔"

ذرا اندھیرا ہونے پر اجنبی اپنی منزل کی طرف چل پڑے اور کیا دیکھتے ہیں کہ وہی ستارہ جو اُنہیں اپنے ملک میں دکھائی دیا تھا، بیت لحم کے گاؤں پر چمک رہا ہے۔ وہ بہت ہی خوش ہو کر آگے بڑھے حتیٰ کہ گاؤں میں جا پہنچے اور وہاں کی تنگ گلیوں میں سے گزرتے ہوئے ایک چھوٹے سے مکان میں داخل ہوئے، جس کے اُوپر وہی ستارہ چمک رہا تھا۔

اُنہوں نے محسوس کیا کہ آخر کار اتنا لمبا سفر طے کرنے کے بعد وہ منزلِ مقصود پر پہنچ ہی گئے ہیں۔ جب وہ مکان میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ بچّہ یسوعؔ اپنی ماں کی گود میں ہے۔ اُنہوں نے بلا تامّل اُسے سجدہ کیا اور اپنے ڈبے کھول کر اُسے سونا، مُر اور لوبان پیش کیا، کیونکہ کسی نوزاد بچّے کو خالی ہاتھ دیکھنا مناسب نہیں ہوتا۔ وہ لوگ بخوبی جانتے تھے کہ جس بچّے کو وہ سجدہ کر رہے ہیں وہ کوئی معمولی بچّہ نہیں ہے بلکہ اس لائق ہے کہ اس کی پرستش دل سے کی جائے۔

وہ اسی رات لوٹ کر یروشلیم کو نہیں گئے بلکہ جب وہ اس جگہ سو رہے تھے جہاں ان کے نوکروں نے اُن کے قیام کا بندوبست کیا تھا، تو خدا اُن میں سے ایک کے ساتھ ہمکلام ہُوا۔ اُس شخص کو خواب میں آواز آئی، "ہیرودیس کے پاس واپس مت جاؤ بلکہ کسی اور راستے سے اپنے ملک کو واپس چلے جاؤ"۔ یہ خواب ایسا نہیں تھا کہ اسے نظر انداز کیا جا سکتا۔ لہٰذا دوسرے ہی دن، اِن اجنبیوں نے رختِ سفر باندھا اور حسبِ معمول رات کو سفر کرتے ہوئے اس ملک سے نکل گئے۔

اُسی رات یوسف نے بھی ایک خواب دیکھا کہ خدا کا فرشتہ اُسے کہہ رہا ہے "اُٹھ بچے اور اس کی ماں کو لے کر مصر کے ملک کو بھاگ جا اور جب تک کہ میں تجھ سے نہ کہوں، وہیں رہنا کیونکہ ہیرودیس اِس بچے کو تلاش کرنے کو ہے تاکہ اسے ہلاک کرے"۔

یوسف فوراً بیدار ہو گیا اور مریم کو جگا کر اس نے اپنا خواب بیان کیا۔ پس انہوں نے جلدی جلدی اپنا مختصر سا سامان باندھا اور سوتے ہوئے بچے کو لے کر، رات کی تاریکی میں اس سڑک پر پہنچ گئے جو مصر کو جاتی تھی۔ تقریباً تین دن سفر کرنے کے بعد، جب وہ اس دریا کے پار پہنچ گئے جو مصر اور فلسطین کی حد بندی کرتا تھا تو انہیں اطمینان ہو گیا کہ اب ہیرودیس ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

اِتنے میں ہیرودیس ان اجنبیوں کا اپنے محل میں انتظار کرتا رہا۔ مگر جب وہ نہ آئے تو اُسے یقین ہو گیا کہ ان لوگوں نے اس کے ساتھ دھوکہ کیا ہے۔ اب تو اس کے غصے کی کوئی حد نہ رہی۔ اُسے خطرہ تھا کہ اگر یہ بچہ خدا کا مسیح ہُوا اور بڑے ہو کر اس نے تخت کا دعویٰ کر دیا تو میرا

کیا حشر ہو گا!

تاریخ کے صفحات ہیرودیس کے بھیانک کارناموں سے پہلے ہی سیاہ تھے۔ اب اُس نے ایک اور منصوبہ تیار کیا۔ اُس نے سپاہیوں کو طلب کر کے حکم دیا "بیت لحم کو جاؤ اور دو برس یا اس سے کم عمر کا جو بھی بچہ تمہیں ملے، اُسے قتل کر دو۔ دیکھو کوئی بچنے نہ پائے"۔ سپاہیوں نے حکم کی تعمیل کی۔ جہاں ایک طرف تو مائیں اپنے مقتول بچوں کا ماتم کر رہی تھیں، وہاں دوسری طرف ہیرودیس اپنے محل میں بڑے اطمینان سے عیش و عشرت میں مشغول تھا کہ جس بچے سے خدشہ تھا کہ کہیں وہ اس کے تخت کا دعویدار نہ بن جائے، اب تک قتل ہو چکا ہو گا۔

مگر ایسا کرنے سے شریر، خدا کے مقصد کے پورا ہونے میں روڑا نہیں اٹکا سکتے۔ وہ بچہ زندہ رہا۔ مگر ہیرودیس کو جس نے اُسے ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی یہ محسوس ہُوا کہ اب اُسے موت کا مزہ چکھنا ہے اور یہ موت اطمینان کی موت نہیں ہو گی بلکہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنا ہو گا۔

بچے کے مصر چلے جانے کے چند ہفتے بعد ہی ہیرودیس اپنے محل میں مُردہ پایا گیا۔ اگرچہ اُس کا مُردہ جسم زرق برق لباس، تاج اور ہیرے جواہرات سے مرصع تھا مگر بیماری کی چیرہ دستیوں نے موت سے پہلے ہی اس کا حلیہ بگاڑ دیا تھا۔ اس کا جنازہ شاہانہ طریقہ سے اُٹھایا گیا جس کے جلو میں موسیقی اور شاہی طمطراق تھا اور گلی کوچوں میں سے ہوتا ہُوا اُس قبرستان میں دفنایا گیا، جو اِس اصطبل سے تھوڑے ہی فاصلہ پر تھا، جہاں خدا وند یسوع مسیح پیدا ہُوا تھا۔ مگر تو بھی کسی نے ہیرودیس کا ماتم نہیں کیا کیونکہ شریر سے ہر ایک گریز کرتا ہے۔

گو ہیرودیس پر خدا کا غضب بہت جلد نازل ہوا مگر ابھی اس کے لئے ابھی ایک اور بھیانک عذاب باقی تھا۔ پاک کلام میں یوں آیا ہے۔ "آدمیوں کے لئے ایک بار مرنا اور اس کے بعد عدالت کا ہونا مقرر ہے۔"[1] ہر ایک شخص کو اس عدالت کا سامنا کرنا پڑے گا اور خدا کو جو تمام انسانوں[2] کا منصف ہے حساب دینا پڑے گا۔ وہ ہمارے ہر ایک فعل کا حساب کرے گا خواہ یہ افعال کتنے ہی معمولی کیوں نہ ہوں اس دن اِس کے عذاب سے کون محفوظ رہ سکے گا!

مگر سنئے تو، اس بچے نے جسے ہیرودیس قتل کرنا چاہتا تھا بعد میں بڑے ہو کر کیا فرمایا۔

"میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ جو میرا کلام سنتا اور میرے بھیجنے والے کا یقین کرتا ہے ہمیشہ کی زندگی اُس کی ہے اور اس پر سزا کا حکم نہیں ہوتا بلکہ وہ موت سے نکل کر زندگی میں داخل ہو گیا ہے۔"[3]

بھلا اُن لوگوں کو کیا خوف ہو سکتا ہے جنہوں نے اس کی ذات میں پناہ لے رکھی ہے۔

کلامِ مقدس کے حوالجات

عام:۔ لوقا ۲: ۲۲-۳۸، متی ۲ باب

خاص:۔ [1] عبرانیوں ۹: ۲۷ [2] رومیوں ۱۴: ۱۲

[3] یوحنا ۵: ۲۴

گاؤں

اِس زمین کے کتنے ہی پیارے پیارے پھول، انسانی آنکھوں سے اوجھل، پہاڑوں پر کھلے اپنی بہار دکھاتے رہتے ہیں۔ اسی طرح خدائی حکمت کو بھی یہ منظور ہوا کہ بنی نوع انسان کے نجات دہندہ کی پرورش ناصرت کی چھوٹی اور گمنام وادی کے ایک گھر میں ہو۔

چونکہ اب ہیرودیس مر چکا تھا، اس لئے یوسف اپنے وطن میں واپس آ گیا۔ اگرچہ پہلے اس کا خیال تھا کہ وہ بیت لحم میں ہی سکونت اختیار کرے کیونکہ اسی گاؤں میں داؤد بادشاہ کی پیدائش ہوئی تھی۔ مگر یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ یہ خدا کی مرضی کے خلاف ہے، اس نے اپنا ارادہ بدل لیا اور دوبارہ ناصرت چلا گیا۔ یہاں وہ ایک معمولی سے مکان میں رہ کر اپنی بیوی مریم اور بچے کی جس کا وہ سرپرست تھا، پرورش کے لئے بڑھئی کا کام کرنے لگا۔

چنانچہ بچہ بڑھنے پھولنے لگا اور گاؤں کے دوسرے لڑکوں کے ساتھ کھیلنے لگا۔ وہ اُن کے ساتھ ہی مدرسہ جا کر تعلیم حاصل کرنے لگا۔ اپنے بچپن کے زمانہ میں اس نے ایک مرتبہ بھی نہ تو شیخی سے اور نہ ہی

کسی معجزے سے اپنے دوستوں کے سامنے یہ دعویٰ کیا کہ وہ اُن سے مختلف ہے۔

گھر میں وہ بڑا پیارا اور فرمانبردار لڑکا تھا۔ بسا اوقات وُہ خانگی کاموں میں اپنی والدہ کی مدد کیا کرتا تھا۔ وہ یوسفؔ سے لکڑی کا کام بھی سیکھتا کہ جوئے اور ہل کو کیسے بنایا اور جوڑا جاتا ہے۔ مگر ان تمام باتوں کے باوجود بھی وہ دوسرے لڑکوں سے مختلف تھا۔ نہ تو وہ غصّہ میں آتا اور نہ ضدّی اور خودسر تھا۔ اس کے مُنہ سے کبھی جھوٹ یا کوئی غلط بات نہیں نکلی اور نہ ہی وہ بدزبان تھا۔ وہ لالچ سے پاک اور حلیم تھا۔ ممکن ہے کہ مریمؔ اور یوسفؔ یہ بھول چکے ہوں کہ ان کا بچّہ دراصل کون ہے!

ایک واقعہ سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سچ مچ اس حقیقت کو بھُلا بیٹھے تھے۔ اس وقت یسُوع بارہ۱۲ برس کا تھا۔ گاؤں کے تمام لوگ سال کی سب سے بڑی عید منانے کے لئے مُقدّس شہر کو گئے۔ یسوعؔ بھی مریمؔ اور یوسفؔ کے ہمراہ گیا، کیونکہ بارہ برس کے لڑکے کو بچّہ نہیں سمجھا جاتا تھا۔ بلکہ اس سے توقع کی جاتی تھی کہ وہ جماعتی عبادت میں شریک ہو اور خدُا کی شریعت سے واقفیت حاصل کرے۔

یرُوشلیمؔ میں عید منانے والوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگ گئے، اور جب تہوار ختم ہُوا تو لوگوں نے اپنے اپنے شہر اور قصبہ کی راہ لی۔ راستے میں افراتفری کی وجہ سے، مریم اور یوسفؔ نے یسوعؔ کی طرف توجہ نہ کی کہ وہ بھی اُن کے ساتھ ناصرتؔ واپس جارہا ہے کہ نہیں۔ وہ یہی سمجھتے رہے کہ فکر کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ یہیں کہیں دوسرے لڑکوں کے ساتھ سفر کررہا ہوگا۔ مگر جب رات ہوئی تو انہیں پتہ چلا کہ وہ قافلے کے ساتھ نہیں ہے۔

یہ معلوم کرکے وہ بہُت گھبرائے، کیونکہ سڑک کے اِردگرد کی پہاڑیوں میں ڈاکوؤں اور درندوں کا بڑا خطرہ تھا اور انہیں اندیشہ ہوا کہ کہیں اس پر کوئی مُصیبت نہ آگئی ہو۔ وہ فوراً واپس پلٹے اور راستہ بھر اپنی لاپرواہی پر پچھتاتے جاتے تھے اور طرح طرح کے اندیشوں اور وسوسوں کی وجہ سے ان کے دِل بیٹھے جاتے تھے۔

یرُوشلیمؔ پہنچ کر انُہوں نے اسُس کا کونہ کونہ چھان مارا مگر بے سُود۔ آخر کار وہ مبہم سی امُید پر ہیکل کی طرف روانہ ہُوئے وہاں پہنچ کر کیا دیکھتے ہیں کہ ان کا بیٹا ہیکل کے دالان میں شریعت کے عالموں کے درمیان بیٹھا، سوال و جواب میں محُو ہے۔

کچھ دیر تو وہ ٹھہر کر اس کی باتیں سنتے رہے کہ دیکھیں کیا ہورہا ہے۔ ان کا بچّہ نہ صرف دینی استادوں کے سوالوں کا جواب ہی دے رہا تھا بلکہ خود بھی بڑے گہرے سوال پوچھ رہا تھا۔ پھر مریمؔ محبّت سے مغلوب ہوکر آگے بڑھی، اور اسُس کے پاس جاکر کہنے لگی "بیٹا، توُنے کیوں ہم سے ایسا کیا؟ دُیکھ تیرا باپ اور میں کڑھتے ہوئے تجھے ڈھونڈتے تھے۔"

یسوؔع نے بڑی متعجّب اور خاموش نگاہوں سے اُسے دیکھا اور کہا "تمُ مجھُے کیوں ڈھونڈتے تھے؟ کیا تمُ کو معلوُم نہ تھا کہ مجھُے اپنے باپ کے ہاں ہونا ضرور ہے؟"

جب اُس نے دیکھا کہ مریمؔ اسُس کی بات نہیں سمجھی ہے بلکہ وُہ یہ بھُول چکُی ہے کہ خدُا اسُس کا باپ ہے، تو وہ اٹھا اور بڑے ادب سے اپنے استادوں کو الوداع کہا اور مریم اور یوسفؔ کے ہمراہ ہیکل سے باہر نکلا تاکہ ناصرتؔ کو واپس جائے۔

اس کے بعد اٹھارہ[۱۸] سال تک، یسوعؑ نے اپنے باپ کے متعلق کسی قسم کا ذکر نہ کیا اور نہ ہی یہ جتایا کہ وہ کون ہے؟ دریں اثنا، وہ بغیر حیل و حجت ان کا فرمانبردار رہا اور اپنے ہاتھوں سے بڑھئی کا کام کرکے اپنے خاندان کا سہارا بنا رہا۔ صرف وہی لوگ جنہیں اس سے خاص لگاؤ تھا، یہ جانتے تھے کہ وہ ناصرت کے اِرد گرد کی پہاڑیوں میں جو کہ اُسے گلاب کی نیم شگفتہ کلیوں کی طرح گھیرے ہوئے تھیں گھنٹوں دُعا میں مشغول رہتا ہے تاہم سبھی جانتے تھے کہ وہ خدُا کو آسمانی باپ کہتا ہے اور نہایت خوش خلق ہے اس کی حلیمی اور فروتنی کے باعث سب لوگ اس سے محبت کرتے تھے۔ مگر باقی باتیں ابھی اُن سے پوشیدہ تھیں کیوں اُس نے خادم کی صورت[۱] اختیار کی ہوئی تھی اور اپنے آپ کو ظاہر نہیں کیا تھا۔ علاوہ ازیں، ابھی وقت بھی نہیں آیا کہ اس کا جلال ظاہر ہو۔

کلامِ مُقدّس کے حوالجات

عام :- لوقا ۲: ۴۰-۵۲، مرقس ۶: ۳

خاص :- ۱ فلپیوں ۲: ۷

بیابان

یروشلیم کے مشرقی جانب دریائے یردن کے پاس بیابان میں ایک متقی اور پرہیزگار شخص رہتا تھا۔ اس نے لڑکپن ہی سے راہبانہ زندگی اختیار کی ہوئی تھی۔ اُس بیابان میں گرمیوں میں لُو اور سخت جھکڑ چلتے اور سردیوں میں سرد ہوائیں چلا کرتی تھیں۔ مگر موسم کی سختیوں کے باوجود بھی، اس مردِ خدُا نے یہاں رہتے ہوئے، اپنی ساری عمر پاک کلام کے مطالعہ اور دُعا میں گذار دی تھی۔ جنگلی شہد، ٹڈیوں کا گوشت اور تھوڑا بہت پھل جو اس بیابان میں مل سکتا تھا، اس کی خوراک تھی۔ اس کا لباس اُونٹ کے بالوں سے بنا ہوا ایک قبا اور چمڑے کا کمربند تھا۔ اکثر لوگ اُس کی پیدائش کی عجیب و غریب داستان سے واقف تھے۔ اس کے باپ کو جو ہیکل میں کاہن تھا، بڑھاپے میں رویا میں بتایا گیا تھا کہ اس کے ہاں بیٹا ہو گا۔ مگر اُس نے اس کا یقین نہ کیا کیونکہ اس کی بیوی بانجھ اور عمر رسیدہ تھی۔ چنانچہ وُہ بچہ پیدا ہونے تک گونگا ہوگیا۔ بچّے کی ولادت کے بعد جب اس کا نام رکھنے کی رسم ادا ہونے لگی

تو اس نے اصرار کیا کہ اس کا نام یوحنّا یعنی "خدا کا فضل" رکھا جائے۔ تو اس وقت اس کے بولنے کی قوت پھر لوٹ آئی۔ اُس نے بتایا کہ یہ بچّہ خداوند کی راہ تیار کرنے کے لئے اس کے آگے آگے چلے گا۔ اس نے بچّے کو خدا کے حضور مخصوص کر دیا تاکہ وہ اس سے جو بھی خدمت لینی چاہے لے۔

یہ مُقدّس انسان یوحنّا، جسے عربی میں یحییٰ نبی کہا جاتا ہے، کسی سے نہ ڈرتا تھا۔ اس نے سپاہیوں اور محصول لینے والوں کو برملا لعنت ملامت کی کہ وہ ناجائز طریقوں سے لوگوں سے کیوں روپیہ وصول کرتے ہیں۔ اُس نے دینی پیشواؤں کو ان کی ریاکاری کے سبب "سانپ کے بچّے" کہا اور وہ بھی ان کے منہ پر۔ حتیٰ کہ اُس نے بڑی بیباکی سے ارخلاؤس بادشاہ کی جو ہیرودیس کا بیٹا تھا مذمّت کی۔ ارخلاؤس کی بدکاری صرف یہی نہیں تھی کہ اس نے اپنے بھائی کی بیوی سے شادی کر رکھی تھی بلکہ اس کے علاوہ بھی، وہ اور بہت سے جرموں کا مرتکب تھا۔

لوگ، صرف اس کی حق پرستی اور بیباکی کی وجہ سے ہی صحرا میں اس کے پاس کھنچے چلے نہیں آتے تھے بلکہ وہ اس عظیم نبی کا پیغام سننا چاہتے تھے، جس نے لوگوں کے دلوں میں ہل چل مچا دی تھی۔ وہ بیان کرتا تھا کہ عنقریب مسیحِ موعود کا ظہور ہوگا، اس لئے انہیں توبہ کرنی چاہیئے۔ جب اُنہوں نے اُس سے سوال کیا کہ وہ خود نجات دہندہ تو نہیں؟ تو اُس نے اُنہیں کہا "مَیں تو صرف بیابان میں پکارنے والے کی آواز ہوں کہ خداوند کی راہ تیار کرو۔" وہ لوگ جو اس پیغام پر ایمان لائے، اُس نے اُنہیں بپتسمہ دیا۔ بپتسمہ لیتے وقت لوگوں کو اپنے گناہوں کا اقرار کرنا پڑتا تھا اور وہ اُنہیں دریا کے پانی میں غوطہ دیتا تھا اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا

کہ وہ لوگ واقعی توبہ کر رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کے گناہ دُھل جائیں۔ مگر وہ انہیں ہمیشہ آنے والے کے متعلق یہ بتاتا تھا "مَیں تو تمہیں پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں مگر جو مجھ سے زورآور ہے آنے والا ہے۔ مَیں اُس کی جوتی کا تسمہ کھولنے کے لائق نہیں۔ وہ تمہیں رُوح القُدس اور آگ سے بپتسمہ دے گا۔"

اس تعلیم سے ہر ایک دل میں جوش پیدا ہو گیا اور تمام لوگ بڑے شوق سے آنے والے کے ظہور کے منتظر رہنے لگے۔

پھر ایک دن یوں ہُوا کہ جب یوحنّا دریا کے کنارے توبہ کرنے والوں کو بپتسمہ دے رہا تھا تو ایک تیس ۳۰ سالہ نوجوان اس سے بپتسمہ لینے کے لئے پانی میں اُترا۔ مگر جب یوحنّا نے اس کے پاکیزہ چہرے پر نظر کی تو وہ بڑا پریشان ہُوا اور اپنے دلی خیالات کا اظہار یوں کیا "مَیں آپ تجھ سے بپتسمہ لینے کا محتاج ہوں اور تو میرے پاس آیا ہے؟" مگر اس شخص نے فرمایا "اب تو ہونے ہی دے کیونکہ ہمیں اسی طرح ساری راستبازی پوری کرنا مناسب ہے۔" یہ شخص خُداوند یسوع مسیح تھا۔

یوحنّا رضامند ہو گیا اور اُس یسوعؔ کو بپتسمہ دے دیا۔ مگر اُس نے کسی گناہ کا اقرار نہیں کیا، کیونکہ اس میں گناہ تھا ہی نہیں جس کا وہ اقرار کرتا۔ پھر یوں ہُوا کہ جب یسوعؔ پانی میں کھڑا دُعا کر رہا تھا، تو ایسا نظر آیا جیسے کہ آسمان کھل گیا ہے۔ یوحنّا نے دیکھا کہ خدا کا پاک رُوح آسمان سے ایک خوبصورت کبوتر کی شکل میں یسوعؔ کے سر پر اُترا ہے۔ پھر یک لخت آسمان میں سے گرج کا سا شور صاف سنائی دیا اور یوحنّا نے سُنا کہ خدا کی آواز یسوعؔ سے کہہ رہی ہے "تو میرا پیارا

بیٹا ہے، جس سے میں خوش ہُوں "۔

اس کے بعد خداوند یسوؔع نے چالیس دن اور رات، انسانی آبادی سے دور جنگل میں رہ کر گذارے، جہاں وہ خدا سے دعا اور پاک نوشتوں کی ان حقیقتوں پر جن میں اس کا ذکر تھا، غور و خوض کرتا رہا۔

خداوند یسوؔع کے ذہن میں اس کے کام کی نوعیت واضح تھی کہ اسے لوگوں کو گناہ اور موت کی بے رحم غلامی سے آزاد کرانا ہے۔ اور اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اس کے پاس خدا کی ساری قدرت اور اختیار تو ہے۔ مگر اب اس کو کس طرح استعمال کرنا چاہیئے؟ گذشتہ زمانوں میں خدا نے جن یہودیوں کو نبی ہونے کے لئے بلایا تھا، انہیں اس نے یہی قدرت دی تھی۔ خدا نے ان خادموں کے وسیلہ سے بڑے بڑے معجزے کئے۔ اس امت کو جابر اور طاقتور قوم سے آزاد کرایا، بیابان میں آسمانی خوراک سے ان کی پرورش کی اور انہیں دوسری قوموں کے درمیان اس طرح قائم کیا کہ وہ قومیں ان سے ڈرتی اور ان کی عزت کرتی تھیں۔

خداوند یسوؔع کو معلوم تھا کہ لوگ اس سے یہ توقع رکھیں گے کہ وہ بھی ایسے حیرت انگیز کام کرے اور کلام مقدس کی پیشین گوئیوں کے مطابق، روئے زمین پر اپنی سلطنت قائم کرے۔ لیکن اسے ذاتی طور پر اس بات کا علم تھا کہ اس کام کی تکمیل کے لئے اسے ایسا راستہ اختیار کرنا پڑے گا جو لوگوں کی توقع و مرضی کے برعکس ہو گا۔

وہ کون سا راستہ تھا؟ یہ دکھ اور مصیبت کا راستہ تھا یعنی ایسا راستہ جس سے دنیوی تخت اور عزت و جلال حاصل نہیں ہوتا بلکہ درد،

زِندگی مُفت ہے!

گرمی کا موسم تھا۔ گاؤں کے لوگ دِن کی تھکن سے چوُر رات کی آغوش میں خواب اِستراحت سے لُطف اندوز ہو رہے تھے۔ لیکن رابندؔر اس آرام سے بے نیاز دِل میں عشقِ حقیقی کی تڑپ لیے ہُوئے جنگل کی طرف جا رہا تھا۔ وہاں پہنچ کر ایک گھنے درخت کے نیچے آلتی پالتی مار کر خُدا کی یاد میں محو ہو گیا۔ چاندنی جنگل میں بکھری ہُوئی تھی ... درخت گُم سُم حیران و پریشان کھڑے اِس فضا میں عجیب سماں پیدا کر رہے تھے۔ ہَوا ساکن تھی، فضا خاموش تھی۔ یُوں معلوم ہوتا تھا کہ پُورا جنگل رابندؔر کا ہم خیال ہو کر خالقِ بحر و بر کے آگے محوِ پرستش تھا۔ فطرت کی یہ خاموشی اہلِ نظارہ کے لیے قدُرت کا تحفۂ عظیم تھا۔ لیکن رابندؔر تو دُنیا و مافیہا سے بے خبر تحصیلِ تسکینِ رُوح کے لیے پرماتما کی لگائے جا رہا تھا۔ گذشتہ چار سال سے اُس کا یہی معمُول تھا۔ وہ روزانہ رات کے وقت آتا اور طلوعِ آفتاب کے وقت اپنی ریاضت سے فارغ ہو کر گھر چلا جاتا۔ اُسے یہ یقین ہو گیا تھا کہ اُس کو قربتِ خُداوندی حاصل ہو گئی ہے۔

ایک روز حسبِ معمول جب وُہ گھر سے آرہا تھا تو پُرکشش نغموں کی آواز اُس کے کان میں آئی۔ جب اُس نے غور سے سُنا تو ایسا معلوم ہُوا کہ یہ نغمات، ذاتِ الٰہی کی شان میں الاپے جارہے ہیں۔ اُس کے تیزی سے بڑھتے ہُوئے قدم یک لخت رُک گئے۔ دِل میں شوقِ سماعت پیدا ہُوا۔ لیکن پھر خیال آیا کہ اگر اُس نے اپنے فرض کو پُورا نہ کیا تو ہو سکتا ہے کہ پرماتما رُوٹھ جائے۔ اس خیال کا ذہن میں آنا تھا کہ اُس کا بدن کانپ اُٹھا۔ چنانچہ وُہ اپنے فرض کی ادائیگی کے لیے روانہ ہوگیا۔ تین چار دِن تک ایسا ہی ہوتا رہا۔ دو متضاد خواہشیں آپس میں جنگ کر رہی تھیں۔ ہر دو اپنی اپنی جاذبیّت سے لیس ہو کر ایک دُوسرے پر غلبہ پانے میں کوشاں تھیں۔ لازمی تھا کہ ایک کو جیت ہو اور دُوسری کو شکست۔ آخر کار اُس کا اشتیاقِ سماعت، اُس کی ریاضت پر غالب آگیا۔ سوچنے لگا کہ میں ضرور ان لوگوں کو جاکر دیکھوں گا جو اتنے کیفِ سرُور میں عبادت کررہے ہیں۔

وابندر، اُن لوگوں میں جا پہنچا۔ سب کے سر خُداوند کی حضوری میں جُھکے ہُوئے تھے۔ جو اپنے بندوں سے وعدہ کرتا ہے کہ جہاں دو یا تین اُس کے نام پر اکٹھّے ہوں گے وہاں وُہ بھی حاضر ہوگا۔ لیکن یہاں تو دو یا تین سے کہیں زیادہ تھے۔ یہ دیہاتی بیچارے محنت مزدُوری کرکے... اپنا خُون پسینہ بہاکر اپنے بال بچّوں کا پیٹ پالتے، لیکن اِس تنگ دستی میں بھی کبھی بُڑبڑاہٹ نہ کی بلکہ ہر وقت ہر حال میں خُداوند کا شُکر بجا لاتے۔ گو اکثر لوگ غربت میں خُدا سے بھٹک جاتے ہیں کہ اُن کا خالق اُن کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتا تو کیوں وُہ اُس کے آگے سربسجُود ہُوں۔ خُدا نے اُن کے لیے کیا کیا ہے۔ رہی سہی ایک غربت دے دی جس میں سوائے آہوں

اور حسرتوں کے کُچھ نہیں۔ غریب، دولتمندوں کو دیکھتا ہے تو آہ بھر کر رہ جاتا ہے کہ خُدا نے اُس کو ایسا آرام کیوں مہیّا نہیں کیا؟ خُدا نے اُن کو بھی دولت کیوں نہیں دی تاکہ وُہ بھی اپنی زندگی آرام سے گُزار سکیں؟ لیکن یہ خیال نہیں کرتے کہ سایہ دار گھنے درخت گو آنکھوں کو تو کِتنے بھلے معلُوم ہوتے ہیں، لیکن اُن کے سایہ میں سانپ بھی پلتے ہیں۔ جس سے انسان کی ظاہری قیاس آرائیاں بالکُل باطل ہو کر رہ جاتی ہیں۔ یہی دولت مند لوگ جو بظاہر بڑے آرام و آسائش سے ہمکنار معلُوم ہوتے ہیں لیکن اُن کی زندگی غریب کی نسبت زیادہ حسرتوں سے بھرپُور ہوتی ہے۔ دَولت مند کے ذہن کو آرام میں نہیں ملتا۔ کبھی تو اُس کے ذہن پر یہ پریشانی سوار رہتی ہے کہ کِس طرح مزید دَولت حاصل کرے کبھی یہ پریشانی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ پہلی دَولت کو کوئی چُرا کر لے جائے۔ ظاہری دَولت حاصل ہو چُکی تھی جو دُنیا دینے سے قاصر ہے اور جس کو چور بھی نہیں چُرا سکتا۔ اُن کی قناعت کی دولت آسمانی خزانوں میں ہوتی رہتی ہے۔ اُن کا دِل اُسی خزانہ میں اٹکا رہتا... اُس خزانہ میں جو خرچ کرنے کے باوجُود دِن بدن بڑھتا جاتا۔ خُدا کا برّہ مسیح خُداوند اُن کے لیے سب کُچھ تھا۔ اِس دولت کو حاصل کئے ہوئے اُن کو اتنا عرصہ نہیں ہُوا تھا۔ کوئی پچیس ۲۵ برس ہُوئے جب اُنہوں نے مسیح یسوعؑ کو قبول کیا۔ مگر اب وُہ مسیح کی تعلیم کی ابتدائی باتوں کو چھوڑ کر کمال کی طرف قدم بڑھا چُکے تھے۔ گو وُہ برّہ اب باپ کے پاس جا چُکا تھا، لیکن اُن کے کام اُس کی موجُودگی کا ثبُوت دیتے تھے۔ اُن کی آپس میں محبّت اس حقیقت کی شاہد تھی کہ خُدا کے رُوح نے اپنی محبّت ان کے دِلوں میں ڈال دی تھی۔ یہ زندہ مسیحی اس وقت اپنے

باپ کے دَر پر سَر بسجود تھے.... اپنی زندگی کی نعمتوں کا شُکر ادا کرنے کے لیے خُداوند سے زور اور قوّت مانگنے کے لیے جمع تھے کہ کس طرح شیطان، گُناہ اور دُنیا کا مقابلہ کریں۔ ہر ایک رُوح کی ہدایت کے مطابق اپنے آسمانی پتا سے اپنی ضروریات کے مطابق مانگتا۔ دُعائیں اور مُناجات ختم ہوئیں، اتنے میں ایک مُبَشّر نے انجیل کھول کر خُداوند کے کلامِ مُقدّس میں سے پڑھا "گُناہ کی مزدُوری مَوت ہے مگر خُدا کی بخشش ہمارے خُداوند یسُوع مسیح میں ہمیشہ کی زِندگی ہے"۔ مسیح خُداوند میں عزیز بھائیو اور بہنوں، پَولُس رسُول اِس آیت میں ایک بہُت بڑی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کہ ایک گُنہگار کی مزدُوری... اُس کے گُناہوں کا صِلہ تو مَوت ہے۔ مگر خُدا اپنی بخشش سے خُداوند یسُوع مسیح کے وسیلہ سے اِنسان کو ہمیشہ کی زندگی دینے کا وعدہ کرتا ہے... یہ تو خُدا نے بارہا اپنے کلام میں انسانوں کو بتا دیا تھا کہ گنہگار کا انجام مَوت ہے.... شروع میں جب خُدا نے حُکم دیا تھا کہ "جِس دِن تُم نے اُس پھل کو کھایا تُم مرو گے" اسی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے۔ یُوں سمجھئے کہ یہ ایک زہر ہے جو اِنسان کو ہلاک کر دیتا ہے.... اُس کی زندگی کو اُس سے چھین لیتا ہے۔ انسان نے اِس زہر کو پیا اور پیئے جا رہا ہے۔ جس کا نتیجہ سوائے مَوت کے اور کُچھ نہیں لیکن جب اُس کو اِس مَوت کی ڈراؤنی شکل دکھائی دی تو اُس نے زندگی کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے شرُوع کر دیئے۔ خُداوند نے اُس کو شریعت دی تاکہ اُس کے حُکموں پر عمل کر کے مطلُوبہ زندگی حاصل کر سکے۔ لیکن یہ بھی کارگر ثابت نہ ہُوا۔ اب تو اُس کو کِسی کے مشورے کی ضرورت نہ تھی بلکہ کِسی ایسی ہستی کی ضرورت

تھی کہ اُس کو آکر سہارا دیتا۔... زہر کے اس پیالے کو اُس کے ہاتھوں سے چھین لیتا۔ یعنی اُس کی مَوت کو اپنی مَوت بنا لیتا۔ نبی آئے، بزرگ آئے مگر کِسی نے جرأت نہ کی۔ چنانچہ آخری زمانے میں خُدا کا بیٹا مسیح خُداوند اِس دُنیا میں آیا تاکہ اِنسان کو اس لعنت سے چھڑائے۔ چنانچہ خُدا کے بیٹے نے کلوری کے پہاڑ پر اِنسان کے اس پیالے کو پی لیا۔ خُدا کا بیٹا اِنسان کی مَوت کے بدلے مر گیا۔ اَب اگر کوئی یہ سوال کرے کہ کِس طرح ایک اِنسان تمام دُنیا کے گُناہوں کی مَوت مر سکتا ہے تو اس کا جواب کلامِ مُقدّس میں پایا جاتا ہے کہ پُرانے عہد نامہ میں قُربانیوں کے سِلسلے میں ایک ایسی قُربانی کا بھی ذِکر ہے کہ ایک برّہ تمام قَوم کے گُناہوں کا کفّارہ ہو گا۔ اسی طرح مسیح خُداوند تمام دُنیا کے گُناہوں کو لیے ہُوئے صلیب پر چڑھ گیا، جہاں پر اُس نے اِنسان کی ابدی زندگی کا انتظام کیا۔ "گُناہ کی مزدُوری مَوت ہے مگر خُدا کی بخشش ہمارے خُداوند یسُوع مسیح میں ہمیشہ کی زِندگی ہے"۔ اُس ہمیشہ کی زِندگی کا انتظام کوہِ کلوری پر ہو گیا۔ اَب یہ زندگی اِنسان کو قیمت دے کر حاصل نہیں کرنا ہے، بلکہ یہ خُدا کی بخشش ہے۔ بخشش کے معنی ہیں کِسی چیز کو مُفت دینا۔ جس طرح آپ کسی بھکاری کو اگر کُچھ پیسے دیں تو وُہ اُس بھکاری کا حق نہیں بلکہ یہ آپ کی طرف سے اُس کے لیے بخشش ہے۔ اِسی طرح ہمارا حق تو نہیں کہ خُداوند ہمیں ہمیشہ کی زندگی دے، لیکن یہ خُدا کی بخشش ہے۔ بعض اِنسان اَب بھی اس بخشش کے ہوتے ہُوئے اپنی زندگی کو خُدا سے خریدنا چاہتے ہیں۔ وُہ نیک اعمال، ریاضت اور اپنی بھگتی سے خُداوند سے یہ زِندگی حاصل کرنا چاہتے ہیں حالانکہ یہ بالکُل مُفت ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اِنسان نے اپنی جسمانی زندگی کو کسی قیمت سے خریدا ہے ! کوئی اِنسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ مَیں نے خُدا سے اپنی زندگی خریدی ہوئی ہے۔ جب یہ فانی زندگی خُدا کی بخشش ہے، تو کِس طرح ہمیشہ کی زندگی خریدی جا سکے گی ؟ یقیناً وُہ تو اُس سے بڑی بخشش ہے۔ اِنسان کی ریاضت کچھ بھی نہیں کر سکتی، زندگی مُفت ہے' ہمیں ابھی اِسی زندگی میں، ہمیشہ کی زندگی کا وارث بنا دیا ہے۔ یہ مَیں اِس لیے آپ سے کہتا ہُوں کہ کوئی آپ میں سے بھٹک نہ جائے۔۔۔۔ آئیں ہم دُعا مانگیں۔۔۔۔ خُداوند تیری اس بخشش کے لیے شُکر کرتے ہیں کہ تُو نے ہمیں نہ صرف جسمانی زندگی دی ہے بلکہ رُوحانی اور ابدی زندگی کا وارث بھی بنا دِیا ہے۔ خُداوند تو اِس زندگی میں ہم سب کو قائم رکھ۔ ہم اُن لوگوں کو اپنی دُعا میں یاد کرتے ہیں جو اپنی زندگی کو اپنے اعمال سے خریدنا چاہتے ہیں کہ وُہ تیری بخشش کو پہچانیں اور بخشش کو حاصل کر کے تیرا جلال ظاہر کریں۔ یہ سب کچھ ہم مسیح خُداوند کے نام میں مانگتے ہیں، آمین"

رابندر یکایک چونک اُٹھا۔ اس وقت آدھی رات ہو چکی تھی۔ ضمیر کے الزام سے اُس پر ایک دباؤ سا تھا کیونکہ اُس نے اپنے فرض کو پُورا کرنے میں کوتاہی سے کام لیا ؟ ضرور ہے کہ پرماتما اُس سے روٹھ گئے ہوں اور شاید گذشتہ ریاضت کا مُعاوضہ اُس کو نہ مِل سکے۔ وُہ اسی پس و پیش میں، دل میں ایک بے چینی سی لیے ہُوئے اُٹھا اور اپنے فرض کی تکمیل کے لیے روانہ ہو گیا۔ جنگل کی تنہائی، رات کا سماں، رابندر کی دُھن پرماتما کی رَٹ تقریباً ایک سال تک رہی۔ لیکن مبشّر کے الفاظ نے اُس کے دِل میں کشمکش سی پیدا کر دی "اِنسان ریاضت اور اپنے

اعمال سے زندگی اور اطمینان حاصل نہیں کر سکتا"۔ "زندگی مُفت ہے"۔ اُس کی سمجھ میں یہ بھید نہیں آ رہا تھا۔ ایک طرف اُس کی اپنی سعی و کوشش' زندگی کی قیمت اور دُوسری طرف بالکُل اُس کے مُخالف اصُول نظر آتا تھا۔ گو اُسے سمجھنے میں دقّت تو ہوتی لیکن پھر بھی اُن پر حقیقت الفاظ کو دُہرانے میں اُسے ایک خاص قِسم کی تسکین ہوتی۔ "زندگی مُفت ہے"۔ عرصہ ہو چُکا تھا کہ وُہ اِس زندگی کی قیمت اَدا کرنے کے لیے اپنے جسمانی آرام کو چھوڑ کر ریاضت کی بیش بہا قیمت اُدا کرتا رہا۔ لیکن اَب تک اُس کو یہ بھی معلُوم نہ ہو سکا کہ آیا اُس کو زندگی مِل بھی گئی ہے یا نہیں"۔ "زندگی مُفت ہے"۔ اکثر وُہ مسیحیوں سے اِس موضُوع پر بات چیت کرتا رہتا اور وُہ اِسی عملی تجربے کو اُس پر ظاہر کر دیا کرتے۔

اتوار کا دن تھا، مسیحی لوگوں کی جماعت نہایت جوش کے ساتھ خُداوند کی ستائش میں مشغُول تھی۔ حمد و ستائش کے بعد ایک نوجوان اُٹھا جس کے چہرے پر مسرّت و شادمانی کی لہر دوڑ رہی تھی۔ وُہ تشکّر آمیز الفاظ میں اپنی تبدیل شُدہ زندگی کا نقشہ کھینچنے لگا۔

"خُداوند میں عزیز بھائیو اور بہنو! مَیں خُدا کا شُکر کرتا ہُوں کہ اُس نے اس بھید کو مُجھ پر کھول دیا ہے کہ اِنسان اپنے آپ زندگی حاصل نہیں کر سکتا۔ اُس کے اعمال بھی اُس کی زندگی کے لیے کچھ نہیں کر سکتے۔ یہ میرا ذاتی تجربہ ہے ایک وقت اَیسا بھی تھا کہ مَیں جنگل میں نِکل جاتا صرف زندگی کی تلاش میں۔ کِتنا غلط خیال تھا میرا کہ میں جنگل میں زندگی ڈھونڈتا پھرتا۔ لیکن اَب مجھے معلُوم ہُوا کہ یہ زندگی ویرانوں میں نہیں۔۔۔ اعمال میں نہیں۔۔۔ ریاضت میں نہیں بلکہ خُدا کی بخشش اور مسیح

خُداوند کے وسیلہ سے حاصل ہوتی ہے۔ آپ لوگوں کے اندر مَیں نے زندگی دیکھی ہے۔ جب یہ الفاظ میرے کانوں سے ٹکرائے کہ "زندگی مُفت ہے" میرے ذہن میں ہلچل سی مچ گئی تھی۔ میرے مقصد کے لیے مجھے دو راستے دکھائی دیئے۔ جنگل کا راستہ نجات کی قیمت ادا کرنے کے لیے، اور کلوری کا راستہ مُفت بخشش کے لیے۔ مَیں خُداوند کا شُکر کرتا ہُوں کہ میں نے صحیح راستے کو چُن لیا ہے اور خُداوند کی بخشش کو حاصل کر کے اُس کے برگزیدوں میں شامل ہو گیا ہُوں۔

رابندر نے اپنی گواہی کو ختم کیا تو سب نے مِل کر دُعا کی کہ وُہ خُداوند میں روز بروز بڑھتا جائے۔ دُعا کے بعد لوگوں نے رابندر سے شخصی گفتگو بھی کی۔ آج وُہ خوشی سے پھُولے نہ سماتے تھے کہ خُداوند نے اُن کی دُعاؤں کو سُنا اور اس گمراہ نوجوان کو بچایا۔ پاسبان کے مشورہ سے اگلا اتوار رابندر کے بپتسمہ کے لیے مقرّر کیا گیا۔ لیکن یہ ابھی سب کُچھ خاموشی سے ہو رہا تھا تاکہ رابندر کے گھر کے لوگ اُس کی مُخالفت پر نہ تُل جائیں اور اُس کو بپتسمہ سے محرُوم رکھیں لیکن مسیح کے اس دلیر گواہ نے گھر والوں پر سب کُچھ واضح کر دیا کہ نجات اور مُکتی یسُوع کے لہُو میں ہے۔ بس پھر کیا تھا گھر میں ایک کہرام مچ گیا اور آن کی آن میں وُہ اُن کی نظروں میں نیچ ذات ٹھہرایا گیا۔

اُس کی مصیبت میں قدرت نے بھی اضافہ کر دیا۔ کیونکہ وہ رات کتنی بھیانک تھی جب عناصرِ فطرت اِ عالمِ آب و گِل میں طُوفان برپا کئے ہوئے تھے۔ ابرِ سیاہ سے رات کی تاریکی میں اضافہ ہو رہا تھا۔ کبھی کبھی بجلی چمک کر اس تاریک فضا میں نُور کی ضیاء بکھیر دیتی۔ رعد کی کڑک

سے سُننے والوں کے دِل دہل جاتے، یُوں محسُوس ہوتا جیسے کہ یہ طُوفان بادو باراں نہیں بلکہ یہ قدرت کے قہر و غضب کی صدائیں ہر سُو بُلند ہو رہی تھیں۔ شاید دُنیا والوں کے ساتھ وُہ ناراض تھا۔ ... ناراضگی تو نہیں، ہاں، البتّہ ایک رُوح کی آزمائش ہو رہی تھی۔ ... وُہ رُوح جس نے مسیح خُداوند میں ابھی ابھی نئی پیدائش حاصل کی تھی، جس نے ابھی چلنا بھی نہ سیکھا تھا بلکہ ابھی گھٹنوں کے بَل چل رہی تھی کہ اِس پر مصائب و آلام کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ مگر اُس کا عزم ایسا راسخ تھا کہ ہر طاقت اُس کے سامنے ہیچ تھے۔ ... وہی طاقت جس نے پولُس رسُول کو ہمّت دلائی تھی کہ طُوفانوں کا مقابلہ کر سکے۔ ... سنگسار ہو جائے مگر مسیح کی خاطر اُف تک نہ کرے۔ ... عدالت میں حاضر کیا جائے تو مسیح خُداوند کا زندہ گواہ بن کر۔ مسیح کی ایذائے صلیب اور نجات کے پیغام کو پیش کرے۔ ... قید کی زنجیروں میں ہو تو بھائیوں کو دلاسے دے۔ کوڑوں سے جسم داغدار ہو تو بجائے شِکوہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ہو اور شُکر گزاری ہو۔ غریب رابندر کو باپ نے اتنی بڑی سزا دی کہ اگر وُہ کم ہمت ہوتا تو اُس کے اِرادے خاک میں مل جاتے، مگر اَب تو ایمان کی چنگاری بھڑک کر شعلۂ جوالہ بن چُکی تھی۔ اِس لیے بادِ مخالف اِس کو بُجھا نہ سکی۔ جسمانی تکلیف اس رُوحانی سکون کو چھین نہ سکی، جو اُس کو مسیح خُداوند میں حاصل ہو چُکا تھا۔ ظُلمت کی گھٹائیں چھا کر اُس نور کو ماند کر دینا چاہتی تھیں لیکن نور کے سامنے ظُلمت ٹھہر نہ سکی۔ اِس بندۂ خُدا کے ایمان کو ذرّہ بھر بھی ضرر نہ پہنچا اور اُس کے پائے استقلال میں مُطلقاً لغزش نہ آئی بلکہ اُس نے اپنے ایمان کے بھید کو محفُوظ رکھا۔

مار پیٹ سے جسم میں درد سے ٹیسیں اُٹھ رہی تھیں، طبیعت پریشان تھی لیکن ایمان مسرور تھا۔ یہ سزا اُسی باپ کی طرف سے تھی جس نے اپنے بیٹے کو کتنے ناز و نعمت سے پالا تھا۔ تعلیم دلائی اور زندگی کے تجربات سے روشناس کرایا لیکن اب یہ غضب فقط اسی لیے بھڑک رہا تھا کہ جسمانی باپ کی گود سے نکل کر اُس کا بیٹا، مسیح خداوند کے وسیلہ سے آسمانی باپ کا فرزند بن چکا تھا۔ یہ سزا اسی لیے دی جا رہی تھی کیونکہ رابندر خداوند سے اپنے گذشتہ گناہوں کی سزا منسوخ کرا چکا تھا۔ وہ بھی الٰہی انتظام کے تحت کہ انسان کی خطائیں مردِ غمناک مسیح خداوند پر لاد دی گئیں اور وہ انسان کے گناہوں کا کفارہ ہوا۔ بدکاریاں تو انسان نے کیں لیکن عدل اُس کا خدا کے بیٹے پر ہوا۔ زندگی تو انسان سے چھن گئی لیکن مسیح یسوع نے اپنی موت سے اِس زندگی کو پھر سے حاصل کر کے انسانِ بےکس کے حوالے کر دیا۔ باپ کی محبت رابندر کو خشمگین نگاہوں سے دیکھ رہی تھی اِس لیے کہ وہ آسمانی باپ کی بے پایاں محبت کا مزہ چکھ چکا تھا جس میں حقیقی پیار اور ابدی سکون تھا۔ جسمانی باپ رو رہا تھا۔ ... موت کی آنکھیں پُرنم تھیں لیکن اِدھر نجات یافتہ بیٹا خوش تھا۔ ... زندگی شادمان تھی اور دُنیا کا نجات دہندہ مسکرا رہا تھا کہ ایک اور زندگی گناہ کی تاریکیوں سے نکل کر اُس کے ساتھ ساتھ نور میں چلنے لگی ہے۔

باپ کے اِس رویّہ کو دیکھ اُس نے سوچا کہ اب اس گھر میں مزید قیام خطرے سے خالی نہیں۔ نہ جانے آئندہ اس سے بھی بدترین سلوک ہو۔ یہی مناسب ہے کہ اِس گھر کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ دیا

جائے۔ یہ سب کچھ سوچ کر اُس نے گھر کے در و دیوار کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھا اور رخصت ہو گیا۔ ... یہ وہی گھر تھا جس سے ماضی کی کتنی ہی یادیں وابستہ تھیں لیکن اَب مسیح کی خاطر سب کچھ چھوڑنا پڑا۔ اپنے رشتہ داروں کو چھوڑ دیا لیکن اَب تو وہ ایک حقیقی خاندان میں شامل ہو گیا تھا۔ جہاں ہر چیز میسّر تھی۔ ... آسمانی باپ کا پیار ... رُوحانی خوراک کے لیے مسیح خداوند کا کلام ... چشمۂ کلوری سے بہتا ہوا لہو جس میں ہمیشہ کی زندگی تھی۔ غرضیکہ کیا کچھ نہ تھا، جس سے وہ محروم رہا۔ حیاتِ ابدی کی تمام نعمتیں اُس کو حاصل ہو چکی تھیں۔ جائیداد کو چھوڑا، لیکن مسیح کا ہم میراث ہو کر خدا کا وارث بن گیا۔ رات کی تاریکیوں میں اکیلا ہی نکل پڑا اور جالندھر پہنچ کر مسیح خداوند کے ایک مبشر سے اپنے تمام واقعات کو کہہ سُنایا۔ پر مبشّر کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ اُس نے مسیحی رفاقت میں لینے کے لیے اپنے ہاتھ بڑھائے اور رابندر اُس کے ساتھ رہنے لگا۔ کچھ دنوں کے بعد اُس کو بپتسمہ دے کر مسیح کے گلّہ میں شامل کر لیا۔

جب اُس نے اپنے گھر کو چھوڑ دیا، رشتہ داروں سے ناطہ توڑ کر الٰہی خاندان میں آ گیا تو آزمائشیں بھی اپنے حسین رُوپ میں آ کر اس کے ایمان کو متزلزل کرنے لگیں۔ لیکن اس مضبوط ایمان کو دُنیا کے طوفان بالکل نقصان نہ پہنچا سکے۔ باپ کی محبت عود کر آئی۔ گو بیٹے کو چھوڑ دیا تھا، لیکن خون کا رشتہ پکار پکار کر اُس کو واپس اپنی رفاقت میں لانے کے لیے بیتاب تھا۔ ... باپ کی زندگی بے چین تھی۔ شاید وہ اس سے لاعلم تھا کہ اب تو وہ ایک ایسے خون کے رشتہ میں بندھ چکا ہے،

جس کی محبت دائمی ہے۔ ... سکون ابدی اور پیار لافانی ہے۔

ایک دن رابندر کا باپ خود جالندھر چلا آیا اور رابندر کو حیلے بہانے سے سمجھانے لگا کہ مسیح کا انکار کر دے لیکن بیٹے کی زبان تو شاید مسیح کے انکار کے لفظ سے ناآشنا تھی۔ دل نے گواہی نہ دی۔ ... ضمیر اجازت نہ دیتا تھا۔ سب سے زیادہ کشش تو اُس محبت کی تھی جس نے اس کو دائرہ مسیحیت میں کھینچ لیا تھا، کہنے لگا "پتا جی، میں ہل پر ہاتھ رکھ کر پیچھے نہیں دیکھ سکتا۔ میں تو مسیح کا پرستار ہوں اور تاحیات اُس کی پرستش و تعظیم کیا کروں گا۔ میں کسی صورت میں واپس نہیں جا سکتا۔"

جب باپ کے سمجھانے بجھانے کا کچھ اثر نہ ہوا تو اُس نے اپنے بیٹے کو کوہِ آزمائش پر دُنیا کی شان و شوکت دکھا کر خداوند کے انکار کے لیے مائل کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ ایک دن روپیوں کی تھیلی لے کر آیا اور بیٹے کے قدموں میں ڈال دی۔ ... یہ وہی دولت تھی جو انسانوں کو خرید سکتی ہے۔ اپنی تمنا کے مطابق ہر ایک چیز حاصل کر سکتی ہے، لیکن اب تو یہاں ایمان کا سودا ہو رہا تھا۔ مگر خریدنے والے اور بیچنے والے کی رضا مندی نہ تھی۔ رابندر کہنے لگا "پتا جی، کیا آپ میرے ایمان کو اس دولت سے خریدنے آئے ہیں؟ اِس کو تو میں اب مسیح خداوند کی خاطر کوڑا کرکٹ سمجھتا ہوں۔ یہ ناممکن ہے کہ میں اِن چمکتے ہوئے سکوں کو دیکھ کر مسیح کے نور سے خالی ہو جاؤں۔" دوسری دفعہ ناکامی پر باپ کا غصہ بھڑک اُٹھا اور اِس غصہ نے ایک خوفناک فعل کے ارتکاب کے لیے اُسے آمادہ کر دیا۔

تیسری دفعہ باپ کا پیار، موت کی صورت میں بیٹے کے ساتھ ظاہر

ہوا۔ لیکن موت کو بھی شکست کھانی پڑی۔ کیا ہوا کہ چند دنوں کے بعد اپنی بہت سی اُمنگوں اور آرزوؤں کے ساتھ جالندھر آیا لیکن تمام حسرتیں دِل ہی دِل میں رہ گئیں۔ باپ نے اپنے لختِ جگر کو زہر دے دیا تاکہ موت اُسے اپنی گود میں لے لے۔ لیکن موت بھی اِس وقت اس کو جگہ دینے کے لیے تیار نہ تھی۔ باپ کی محبت تو بیٹے کو موت کے ظالم ہاتھوں میں تڑپتے ہوئے دیکھنے کے لیے بے قرار تھی لیکن اِن آنکھوں کو اِس منظرِ پُرالم سے ٹھنڈک نہ پہنچ سکی۔ سب اُمیدیں خاک میں مل کر رہ گئیں۔ زہر نے اپنا رنگ نہ دکھایا بلکہ قے کی صورت میں پیٹ سے خارج ہو گیا۔ باپ تو زہر دیتے ہی چلا گیا تھا۔ اب اُس کو سکون تھا کہ بیٹے کی زندگی اُس کے باپ کی شرمندگی کا باعث نہ رہے گی۔ ... وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سو جائے گا اور اُس کی زبان مسیح خدا کا نام پکار کر اُس کی تعریف نہ کر سکے گی۔ لیکن اس چال نے بھی اُس کا ساتھ نہ دیا بلکہ مایوسی کا مُنہ دیکھنا پڑا۔ ڈاکٹر کے معائنہ سے معلوم ہوا کہ یہ زہر بہت مہلک قسم کا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ خداوند مسیح کی باتیں اب بھی معجزہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جیسا کہ لکھا ہے "ایمان لانے والوں کے درمیان یہ معجزے ہوں گے کہ وہ کوئی ہلاک کرنے والی چیز پئیں گے تو اُنہیں کچھ ضرر نہ ہو گا۔"

وقت گزرتا گیا۔ رابندر اب مسیح کا زندہ گواہ بن کر دوسری بھٹکی ہوئی روحوں کو اُس کے قدموں میں لانے کے لیے پرچار کرنے لگا اور یوں وہ بہتوں کو مسیح کے ساتھ شخصی تعلق رکھنے کے لیے تیار کر چکا ہے تاکہ اُس کی مانند وہ بھی مفت زندگی کو حاصل کریں۔

گلستان سے نکل کر!

خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں ایک وسیع و عریض صحرا کو عبور کر رہا ہوں۔ دُور دُور تک یہ صحرا سبزہ سے محرُوم، مظلوُم صوُرت، بیچارگی کی حالت میں خاموش تھا۔ اس کی ویرانی دیکھ کر یہ گمان ہوتا تھا کہ فرشتۂ اجل نے اس کی زندگی کو چھین کر اِس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ویران کر دیا ہے اور یہ تا ابد اسی خاموشی میں رہے گا۔ لیکن میرا یہ خیال غلط ثابت ہوُا۔ کیونکہ جب کبھی ہَوا چلتی تو اس مُردہ صحرا میں زندگی کی لہر دوڑ جاتی اور اِس کے ذرات ایک جگہ سے دُوسری جگہ مُنتقل ہو کر راہ گیروں کو مَوت کی نیند سُلا دیتے اور خود ہی اُن کی تجہیز و تکفین کا انتظام بھی کر دیتے۔ لیکن جب جی چاہتا یہی ہوُا اُن کی ہڈیوں کے پنجر ننگے کر کے اُن کی بے بسی کا تماشا دیکھتی۔ یوُں محسُوس ہوتا تھا جیسے کہ قدُرت اس جگہ اِنسان اشرف المخلوُقات کے ساتھ کھیل رہی ہو۔ آہ کِس قدر بھیانک کھیل تھا۔۔۔ زندگی اپنی مچلتی ہوُئی آرزؤں کے ساتھ منزل کی طرف بڑھتی ہے لیکن قدُرت ایک ہی جست میں اُس کو اس کی اصل منزل پر اپہنچا دیتی ہے۔۔۔ وہُ منزل جہاں آہ و زاری، نوحے اور سِسکیاں انسان کی

آنکھوں کو اشک بار نہیں کرتے۔۔۔ وہُ منزل جس کا خوف ہر وقت انسان کے ذہن پر چھایا رہتا ہے۔ لیکن بالآخر زندگی اپنا آخری سانس اسی منزل پر پہنچ کر لیتی ہے۔ صحرا کے یہ ننھّے ننھّے ذرّے ہَوا کے ہاتھوں میں کبھی تو ان راہ گیروں کو دُنیا کی نظر سے اوجھل کر دیتے پھر خود ہی ان کو بے نقاب کرتے ہوُئے اُن کی بلند عزمی پر قہقہے لگاتے۔ آہ! اُن کے لیے تو یہ ایک کھیل تھا۔۔۔ لیکن اس کھیل نے نہ جانے کتنی ماؤں کو اپنے جگر کے ٹکڑوں سے محرُوم کر دیا تھا۔۔۔ کتنی ہی ارمان بھری زندگیوں کو بیوگی کا ماتمی لباس پہنا دیا۔۔۔ کتنی ہی بہنوں کے بھائی چھین کر اُن کی آنکھوں کو بے نوُر کر دیا تھا۔

مَیں شُکرِ الٰہی بجا لایا۔ جب مَیں نے اس ظالم صحرا کو پار کر لیا۔ پہلے تو دُور دُور تک سبزہ کی عدم روئیدگی سے جی اکتا چُکا تھا، لیکن اب ذہن و قلب پر ایک نشہ سا چھا گیا۔ جب دیکھا کہ کچھُ فاصلے پر ہرے سبز و شاداب درخت لہلہا رہے ہیں تو منزل کی اس تبدیلی سے دِل نہایت مسرُور ہوُا۔ نزدیک پہنچ کر دیکھا تو معلُوم ہوُا کہ گلُستان ہے۔۔۔ ایک طویل و عریض گلُستان جس کو نہریں سَیراب کرتی ہیں۔ انواع و اقسام کے پھَل اپنی بہار دکھا رہے ہیں۔ سوچا کہ کِتنا خوشُگوار منظر ہے۔ گھوم پھر کر باغ کی سَیر تو کر لوُں۔ جب میں باغ کے عَین بیچوں بیچ پہنچا تو عجیب منظر دیکھا کہ ایک درخت جو دیکھنے میں خوشُ نما ہے ہَوا کے نشہ سے جھُوم رہا ہے، جَیسے کسی دولت مند کی دولت اس کو خودُی کے نشہ میں جھوُمنے پر مجبوُر کر دیتی ہے۔ درخت تو ایک ہی تھا لیکن پھَل طرح طرح کے لگے ہوُئے تھے۔ پھلدار درخت تو اور بھی تھے

لیکن لوگ بسُرعت تمام اِسی کی طرف بھاگے چلے آتے تھے اور آتے ہی اس درخت سے چمٹ جاتے۔ اِن کے چہروں پر وحشت و درندگی اور سرکشی کے آثار نمایاں تھے۔ وُہ پھلوں کو ہاتھ میں لے کر بھیانک قہقہے لگاتے ہوُئے ایک طرف چل دیئے۔ مَیں بھی اِن کے پیچھے پیچھے چل دیا تاکہ دیکھوں یہ کہاں جاتے ہیں: یہ سب لوگ گلُستان کی شادابیوں سے نِکل کر آبادیوں میں آگئے اور انسانیت کو ختم کرنے کے لیے اپنے جسمانی قواء کو استعمال کرنے لگے۔

پھر مَیں نے اُن میں ایک درندہ نمُا اِنسان کو دیکھا۔ ہاتھ میں بھالا لیے ہوُئے گھر سے نِکلا۔ غصّے سے چہرہ تمتما رہا تھا۔ اس کی مکرُوہ آواز سے فضا لرز رہی تھی اور انسانیت سہم گئی تھی۔ اُس نے ایک نوجوان کو سامنے سے آتے ہوُئے دیکھا تو اس وحشی اِنسان کا بھالا، ہوَا کو چیرتا ہوُا نوجوان کے پیٹ میں پیوست ہوگیا۔ ... پھر اُس کے بہتے ہوُئے خوُن کو دیکھا تو مسرُور ہوُا۔ ... اُس کو زمین پر تڑپتے ہوَئے دیکھ کر اس کا جذبہ انتقام خوُشی سے مچلنے لگا۔ ... جب وُہ تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہوگیا تو ظالم نے ایک بھیانک قہقہہ لگایا جیسے کہ اپنی فتح کا اظہار کر رہا ہو۔ ہوَاؤں نے جب اس غمناک خبر کو فضا میں پھَیلا دیا تو زندگی کی تمام تر ہمدردیاں مقتوُل کے ساتھ تھیں حسّاس دِل اُس قاتل اور مقتوُل کی اس ٹکّر پر دانتوں تلے انگلیاں دبا کر قاتل کی ذلیل زندگی سے مُتنفرّ ہو چکُے تھے۔ اِدھر انصاف چلاّ رہا تھا، لیکن اُسے کیا معلوُم تھا کہ اُس کی کبھی شنوائی نہ ہوگی۔

اس کے بعد مُجھے کِسی نے بتایا کہ وُہ لوگ جو گلُستان سے آئے تھے،

خدُا کی طرف تھا۔ وہ وہاں پوَ پھٹنے تک دُعا میں مشغول رہا۔ جب آہستہ آہستہ سوُرج طلوُع ہونا شروُع ہوگیا تو اُس نے اپنے شاگردوں کو پہاڑ کی تکلیف دہ چڑھائی چڑھتے دیکھا۔ اب ان کی تعداد کافی ہو چکی تھی۔ مگر وہ جانتا تھا کہ ان میں سے کافی لوگ تھوڑے عرصہ تک ہی اس کی پیروی کریں گے۔ جب بعد میں انہیں پتہ چلے گا کہ یہ بہت مشکل کام ہے تو وُہ اُسے چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ اب وقت آگیا تھا کہ وُہ ان میں سے چند ایک کو منتخب کرے جو اس کی تعلیم یعنی نجات کی خوشخبری کو دوسروں تک پہنچائیں۔ اسی مقصد کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے اس نے ساری رات دُعا میں گذاری تھی۔ اس نے ایسے ہی لوگوں کے لئے خاص طور پر دُعا کی تھی جو کہ اس کے رسول ہوں گے۔

جب وہ شاگرد اس کے اتنے قریب آگئے کہ وہ ان کی آواز سُن سکتا تھا، تو اس نے انہیں اپنے پاس بُلایا۔ جب وہ سب وہاں گھاس پر بیٹھ گئے تو اس نے انہیں بتایا کہ اس نے ان میں سے بارہ[۱۲] کو خاص طور پر اپنا شاگرد چنا ہے۔ ان میں سے پطرسؔ، اندریاسؔ، یعقوبؔ اور یوُحناؔ ماہی گیر تھے۔ صرف یہوداہ دُوسرے علاقہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے انہیں آسودہ زندگی بسر کرنے کے لئے تو شاگرد نہیں بنایا تھا۔ چنانچہ اس نے انہیں بتایا کہ وہ اس کے سفر اور تکالیف میں شریک ہوں گے اور یہ تو ان کا گھر ہوگا اور نہ ذاتی ملکیت اور نہ ہی کوئی ذریعۂ معاش۔

پھر بھیڑ کو اپنی طرف آتے دیکھ کر خدُاوند یسُوعؔ اپنے شاگردوں کے ہمراہ نیچے اُترا اور پہاڑ کی دونوں چوٹیوں کے درمیان ایک سرسبز

جگہ آکر بیٹھ گیا۔ جب بھیڑ وہاں پہنچی تو اُس نے ان کا خیر مقدم کیا۔ اُس نے دیکھا کہ ان میں کچھ بیمار بھی ہیں۔ لہٰذا اُس نے سب سے پہلے بیماروں کو چھُوا اور شفا بخشی۔ جب تمام لوگ اس سبزہ زار پر آرام سے بیٹھ گئے تو وُہ اُنہیں تعلیم دینے لگا۔

دراصل اس وقت وہ اپنے شاگردوں کو مخاطب کر رہا تھا، تاہم باقی لوگ بھی اُسے سُن رہے تھے۔ اُس نے اُنہیں اُس بادشاہی کے متعلق بتایا جو وہ ان کے دلوں میں قائم کرنا چاہتا تھا۔ گو لوگوں کو یہ توقع تھی کہ مسیح کوئی عظیم الشان بادشاہ ہوگا۔ وہ ان کے دشمنوں کو قتل کر کے ایک شاندار بادشاہی قائم کرے گا اور اپنی قوم کو دولت مند اور خوش حال بنا دے گا۔ قصّے مشہور تھے کہ وہ سمندر کے کنارے کھڑے ہو کر حکم دے گا کہ سمندر اپنے جواہرات اور خزانے اس کے قدموں میں پھینک دے اور یُوں وہ اپنی قوم کو موتیوں سے مالا مال کر دے گا۔ وہ اُنہیں مخمل کا لباس پہنائے گا اور کھانے کے لئے آسمانی خوراک دے گا۔

مگر خداوند یسوؔع نے ان پر ظاہر کیا کہ جو خوشی اس کی سلطنت کی رعایا کو حاصل ہوگی، وہ اس قسم کی خوشی سے مختلف ہے اُس نے اُنہیں بتایا کہ درحقیقت امیر وہ نہیں ہے جس کے پاس دنیوی مال و دولت کی کثرت ہے بلکہ وہ جو دِل کے غریب ہیں یعنی وہ جو اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔ وہ جو سچائی کے بھوکے پیاسے ہیں۔ وہ جو حلیم ہیں۔ وہ جو رحم دل ہیں۔ وہ جو دِل کے پاک اور صاف ہیں۔ وہ جو حق کی خاطر تکلیف اٹھاتے ہیں۔ خدُا کی پہچان ایسے ہی لوگوں کو ہو گی اور یہی لوگ خدُا کے فرزند کہلائیں گے۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی خوشی نہیں ہو سکتی۔ خدُاوند کی

حضوری میں ہی کامل خوشی ہے۔

یسوؔع نے اس کے علاوہ اور بہت سی باتوں کی تعلیم دی، جسے سُن کر وہ لوگ دنگ رہ گئے کیونکہ اُنہوں نے آج تک اس قسم کا کلام نہیں سُنا تھا۔ اُس کی آواز خدُا کی تھی، جو انسانوں سے ان کی زبان میں کلام کر رہی تھی۔ وہ زندگی کے تمام بھید جانتا تھا اور اس سے کوئی چیز چھپی نہ تھی۔ مگر پھر بھی اُس نے ان چیزوں کے متعلق جو وہ بیان کر رہا تھا اس قدر سادہ بیانی سے کام لیا کہ سب سمجھ سکتے تھے۔

جب یسوؔع پہاڑ سے نیچے اُترا اور ایک گاؤں میں داخل ہونے لگا تو اچانک ایک کوڑھی اس کی طرف دوڑتا ہُوا آیا۔ اس بھیانک نظارے کو دیکھ کر بھیڑ پیچھے کو ہٹی۔ مگر کوڑھی یسوؔع کے قدموں میں گر پڑا۔ اس کا تمام بدن پھوڑے پھنسیوں سے بھرا ہُوا تھا اور اس نے چیتھڑے پہن رکھے تھے۔ اس نے یسوؔع کے قدموں سے سر اٹھایا اور یوں کہنے لگا "خدُاوند اگر تو چاہے تو مجھے پاک صاف کر سکتا ہے"۔ خدُاوند کو اس پر بہت ترس آیا اور اپنا ہاتھ بڑھا کر اُسے چھُوا اور کہا "میں چاہتا ہوں تو پاک صاف ہو جا"۔ اُسی وقت اس شخص کا کوڑھ جاتا رہا۔

یسوؔع نے کہا" خبردار کسی سے نہ کہنا بلکہ جا کر اپنے تئیں کاہن کو دکھا اور جو نذر موسیٰ نے مقرر کی ہے اسے گذران تاکہ ان کے لئے گواہی ہو"۔ تب اس شخص نے جو کوڑھی تھا اپنی راہ لی اور بھیڑ نے اُسے جاتے دیکھا۔ وہ حیران تھے کہ کیا کہیں، کیونکہ شریعت کے مطابق جو کوڑھی کو چھوتا ہے وہ پلید ہو جاتا ہے۔

مگر جس طرح ناپاک چیزیں پلید کرتی ہیں، اسی طرح وہ جو پاک ہے

اُنہیں پاک صاف کر سکتا ہے۔ کوڑھی کے جسم سے لگنے سے یسوعؔ کا ہاتھ پلید نہیں ہُوا بلکہ اس کے برعکس اُس مُقدّس ہاتھ کے لگنے کے باعث کوڑھی کا جسم پاک صاف ہو گیا۔ بعینہٖ جب یسوعؔ کسی گناہ کے کوڑھی کی روح کو چھوتا ہے تو وہ بھی پاک صاف ہو جاتی ہے کیونکہ وہ اپنی پاکیزگی اس میں انڈیل دیتا ہے۔

لہٰذا ہر وہ شخص جسے اپنے گناہوں کے بوجھ کا احساس ہے، اس کوڑھی کی طرح یسوعؔ کے قدموں میں گر کر اس سے فریاد کرے کہ "اے خُداوند مُجھے پاک کر" تو وہ، جس نے کوڑھی کے حال پر ترس کھایا اُسے بھی صاف کر دے گا۔

اس واقعہ کے چند دِن بعد یسوعؔ نائینؔ نامی ایک گاؤں کو جا رہا تھا اور حسبِ معمول اُس کے پیچھے ایک بھیڑ لگی ہوئی تھی۔

نائینؔ ایک پہاڑی گاؤں تھا جو جھیل کے دُوسرے کنارے پر آباد تھا۔ چوروں اور جنگلی جانوروں کے خطرے کے پیشِ نظر اس گاؤں کے اِرد گرد ایک فصیل بنی ہوئی تھی۔ علی الصباح یسوعؔ نے کشتی میں جھیل پار کی اور نائینؔ گاؤں کو جانے والے تنگ پہاڑی راستے پر چڑھنے لگا۔ لوگ خوشی خوشی اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگے کیونکہ وہ اس کی رفاقت میں رہ کر خوشی محسوس کرتے تھے۔ جونہی وہ گاؤں کے پھاٹک کے نزدیک پہنچے، تو انہیں رونے دھونے کی آواز سُنائی دی اور کیا دیکھتے ہیں کہ بہت سے لوگ پھاٹک میں سے اپنے کندھوں پر ایک جنازہ اٹھائے چلے آ رہے ہیں۔ جنازے کے ساتھ ساتھ ایک عورت تھی جس کے لباس سے یوں ظاہر ہوتا تھا کہ وہ بیوہ ہے! وہ زور زور سے

ماتم کر رہی تھی۔ اس کا رونا اس قدر دردناک تھا کہ کسی سے دیکھا نہ جاتا تھا۔

خُداوند وہاں خاموش کھڑا ہو گیا تاکہ معلوم کرے کہ کیا ماجرا ہے۔ یہ میّت اُس بیوہ عورت کے اکلوتے بیٹے کی تھی۔ لوگوں کی نظر میں وہ دوہری ملعون تھی اور وہ خیال کرتے تھے کہ اس جیسی عورت کو کون تسلی دے سکتا ہے؟

مگر خُداوند اِس میّت کی طرف بڑھا۔ اس غم زدہ بیوہ کی حالت پر اُسے بہت ترس آیا۔ وہ اُس سے کہنے لگا "رومت"۔ خداوند کو آتے دیکھ کر لوگ ڈر گئے اور میّت کو نیچے کیا تاکہ وہ میّت کو دیکھ سکے اب رونا دھونا ختم ہو گیا اور لوگوں کی نظریں خُداوند پر لگی ہوئی تھیں کہ دیکھیں وہ کیا کرتا ہے۔ اس نے اپنا ہاتھ بڑھا کر لاش کو چھُوا اور پھر مُردے کو مخاطب کر کے کہنے لگا "اے جوان، میں تجھ سے کہتا ہوں، اُٹھ"!

بھیڑ پر مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی جیسے کہ طوفان کے آنے سے پہلے سکوُت چھا جاتا ہے۔ نوجوان اٹھ بیٹھا۔ یہ دیکھ کر ہر ایک کے دِل پر خوف چھا گیا اور جنازہ کو اٹھانے والوں کی رنگت پیلی پڑ گئی۔ مگر خُداوند نے اس نوجوان کو سہارا دے کر اٹھایا اور اُسے اس کی ماں کے سپُرد کر دیا۔

یہ منظر دیکھ کر لوگوں پر ہیجانی کیفیت طاری ہو گئی۔ بعض رونے لگے، بعض خوشی سے خُدا کی حمد کرنے لگے کہ اس نے ایسی صاحبِ قدرت ہستی کو ان کے پاس بھیجا ہے۔ وہ بیوہ عورت جذبات سے مغلوب بار بار اپنے لڑکے کو پیار کرتی اور سینے سے لگاتی تھی۔

خُداوند یسوعؔ کتنا رحیم ہے۔ وہ جب کسی دل میں سکونت کرتا ہے تو غم خوشی میں تبدیل ہو جاتا ہے اور ماتم کی بجائے شادمانی ہوتی ہے۔ وہ چھوٹے سے چھوٹے غم کو بھی نظر انداز نہیں کرتا، اور نہ ہی کوئی غم اتنا بڑا ہے کہ وہ اُس کا علاج نہ کر سکے۔

جھیل کے قریب کے ایک قصبہ میں ایک بدکار عورت رہتی تھی۔ جب بھیڑ یسوعؔ کے گرد جمع ہو گئی تو وہ بھی اُس کی باتیں سننے کے لئے قریب آ گئی کیونکہ لوگوں میں اُس کا بہت چرچا تھا اور اُس نے بھی اُس کے معجزوں اور عجیب کاموں کے متعلق سُن رکھا تھا۔

جب اُس نے یسوعؔ کے منہ سے پاکیزہ کلام سُنا، تو وہ اپنے گناہوں کا بوجھ محسوس کرنے لگی۔ مگر یہ سمجھتے ہوئے کہ اس جیسا گنہگار خداوند کے پاس کیسے آ سکتا ہے اُس کا دل بہت افسردہ ہُوا۔ لیکن جب شام ہوئی اور یسوعؔ اور ان کے شاگرد بھیڑ سے الگ ہوئے تو اس عورت نے لوگوں سے دریافت کیا کہ وہ کس مکان پر ٹھہرا ہوا ہے۔ جب پتہ چلا کہ وہ شمعونؔ کے گھر میں ہے تو وہ بھاگ کر وہاں پہنچ گئی۔

دروازہ کھُلا تھا۔ اُس نے اندر جھانکا تو دیکھا کہ وہاں اور بھی مہمان بیٹھے ہیں۔ وہ لوگ اپنی رسم کے مطابق، تکیوں سے ٹیک لگائے کھانا کھا رہے ہیں۔ اُس نے ڈرتے ڈرتے خُداوند کو تلاش کرنے کے لئے اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں، کیونکہ وہ معزز مہمان کی طرح شمعونؔ کے دائیں ہاتھ موجود نہ تھا۔ آخرکار اس نے اُسے ڈھونڈ ہی لیا پیشتر اس کے کہ کوئی اُسے روکتا، وہ اُس کے پاس پہنچ گئی۔ وہ خاموش تھی اور سوچ رہی تھی کہ خُداوند کے سامنے اپنی ضرورت کو کن الفاظ میں بیان کرے۔ مگر

اُسے کچھ نہ سُوجھا، اس لئے وہ رونے لگی اور اس کے آنسو خداوند کے برہنہ پاؤں پر ٹپکنے لگے۔ اور جوں جوں اُسے اپنی گندی حالت کا احساس ہوتا گیا، اس کا سر شرم سے اتنا ہی اور نیچے ہوتا گیا۔ پھر وہ اچانک اپنے گھٹنوں کے بل جھکی اور اپنے لمبے بالوں سے اس کے پاؤں پر سے آنسو پونچھنے لگی اور ساتھ ہی اس کے پاؤں بھی چومتی جاتی تھی۔

اگرچہ خداوند جانتا تھا کہ وہ عورت کس قسم کی ہے اور وہ کس قسم کی زندگی بسر کر رہی ہے، تو بھی اس نے اپنے پاؤں کو ہٹایا نہیں۔ کیا اس نے خود ہی یہ نہیں کہا تھا "جو کوئی میرے پاس آئے گا اُسے میں ہرگز نکال نہ دوں گا"۔ اس پر اس عورت کو اور جرأت ہوئی اور اس نے ایک قیمتی عطردان کھول کر خُداوند کے پیروں پر عطر چھڑکا۔

یہ کیسی عجیب بات تھی کہ شمعونؔ جیسے مذہبی شخص نے اتنا بھی نہ کیا کہ خُداوند کو پاؤں دھونے کو پانی دیتا، مگر اس بدکار عورت نے اس کے پاؤں کو آنسوؤں سے دھوکر، اپنے بالوں سے سکھایا۔ اس عورت کا پیار خُداوند کے لئے جو گنہگاروں کی پناہ ہے کس قدر عظیم تھا۔ مگر وہ لوگ جو اپنے آپ کو شمعونؔ کی طرح بڑا راستباز سمجھتے ہیں وہ خُداوند سے بہت کم محبت رکھتے ہیں۔ اس کے برعکس وہ لوگ، جو اپنے آپ کو گنہگار سمجھتے ہوئے اس کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں، خُداوند ان کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اُسے ایسے ہی لوگوں سے محبت ہے۔ یسوعؔ گنہگاروں کو بچانے کے لئے دُنیا میں آیا تھا۔ اس نے کہا تھا "تندرستوں کو طبیب کی ضرورت نہیں بلکہ بیماروں کو۔" تاہم یہ حقیقت ہے کہ تمام انسان گنہگار ہیں کیونکہ "سب نے گناہ کیا اور خُدا کے جلال سے محروم

ہیں۔" لیکن بہت تھوڑے لوگ اس حقیقت کو تسلیم کرنے کو تیار ہیں۔ کیونکہ انسان کا دل سب چیزوں سے زیادہ حیلہ باز اور لاعلاج ہے۔

جھیل کا مشرقی ساحل بڑا ویران ہے۔ نہ تو وہاں کوئی گاؤں ہے، اور نہ مکان، اور نہ ہی اس کا کنارہ سرسبز و شاداب ہے۔ صرف چھوٹی چھوٹی خشک پہاڑیاں ہیں۔ جھیل اور پہاڑیوں کے درمیان جو زمین ہے وہ بالکل بنجر ہے۔

ایک دن شام کو خداوند اپنے شاگردوں سے کہنے لگا "چلو ہم اس مشرقی کنارے کی طرف چلیں"۔ ابھی وہ کنارے سے تھوڑا ہی آگے بڑھے تھے کہ خداوند جو تھکا ہُوا تھا، کشتی کے ایک تختہ پر سو گیا۔ شاگرد اپنے خداوند کو سوتے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور جھیل کے ساکن پانی میں بڑی تیزی سے کشتی چلانے لگے۔ ہر طرف اندھیرا چھا رہا تھا۔

اچانک ایک زبردست طوفان اٹھا۔ ہوا کی شدت سے پانی میں تلاطم پیدا ہونے لگا۔ بڑی بڑی لہریں اٹھ اٹھ کر کشتی سے ٹکرانے لگیں۔ شاگردوں نے کشتی کو قابو میں رکھنے کی بہت کوشش کی مگر لہریں اور بھی غضبناک ہوتی گئیں، حتیٰ کہ خطرہ تھا کہ کہیں کشتی ڈوب نہ جائے۔ دہشت سے شاگردوں کی چیخیں نکل گئیں اور خداوند کو جگا کر کہنے لگے "اے خداوند ہمیں بچا کیونکہ ہم ہلاک ہوئے جاتے ہیں"۔

وُہ خداوند جسے نہ تو ہوا کی تندی اور نہ ہی موجوں کے تھپیڑے جگا سکے، مگر جب شاگردوں نے مُصیبت کے وقت فریاد کی تو وہ فوراً جاگ اٹھا۔ اگرچہ وہ جانتا تھا کہ کیا ماجرا ہے مگر انہیں دہشت زدہ دیکھ کر تعجب کرنے لگا کیونکہ جہاں ایمان ہے وہاں ڈر کی گنجائش نہیں ہوتی۔

اُس نے اُن سے سوال کیا "تم کیوں ڈرتے ہو؟ کیا تم ایمان نہیں رکھتے؟" پھر وہ بُری طرح ڈولتی ہوئی کشتی میں، تُند ہوا کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا اور اندھیرے میں اٹھتی ہوئی بھیانک لہروں کو گھورنے لگا۔ اور پھر جیسے کوئی آدمی کتے کو ڈانٹتا ہے یا ماں بدتمیز بچے کو خاموش کراتی ہے، اُسی طرح اس نے ہوا اور موجوں کو ڈانٹا اور کہا "تھم جا"۔ ہوا فوراً بند ہو گئی اور سمندر ساکن ہو گیا۔

تب ان شاگردوں پر اور زیادہ دہشت چھا گئی۔ ان میں سے کچھ تو چپوؤں کا سہارا لئے حیران کھڑے تھے اور کچھ کشتی کے سامنے والے حصہ میں حیران بیٹھے آپس میں سرگوشیاں کر رہے تھے۔ "یہ کون ہے کہ ہوا اور پانی بھی اس کا حکم مانتے ہیں؟" کشتی ساکن پانی پر آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی مگر ان میں سے کسی میں بھی خداوند کی طرف دیکھنے کی جرأت نہ ہوئی۔

آدھی رات گذرنے کے بعد وہ جھیل کے دوسرے کنارے پر جا اترے۔ سب کے سب تھکے ہوئے تھے اور کسی ٹھکانے کی تلاش میں تھے کہ آرام کر سکیں۔ مگر اس سے پیشتر ہی انہیں ایک اور مُصیبت سے دوچار ہونا پڑا۔ پیچھے کی چٹانوں پر کسی آدمی کی پرچھائیں ظاہر ہوئی۔ وُہ دیوانہ وار چیختا ہوا ان پر جھپٹا۔ جب وہ قریب آیا تو پتہ چلا کہ وہ ننگا ہے اور اس کی کلائیوں پر ٹوٹی ہوئی زنجیریں لٹک رہی ہیں۔ اس کے ہاتھ میں نوکیلا پتھر ہے جس سے اس نے اپنے جسم کو زخمی کر رکھا ہے۔

یہ تو ظاہر ہی تھا کہ اس میں بدروح تھی۔ اس لئے شاگرد اور بھی

گھبرائے۔ اس کی ٹوٹی ہوئی زنجیروں سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ اُس میں بڑی قوّت تھی۔ مگر خُدا وند خاموش کھڑا تھا۔ اور جس طرح اُس نے ہوا اور طوفان کو حکم دیا تھا، اُسی طرح اُس نے اس شخص میں بد رُوح کو بھی حکم دیا کہ اس شخص میں سے نکل جائے۔ اس پر وہ شخص خُداوند کے قدموں میں گر پڑا اور کانپتے ہوئے فریاد کرنے لگا "اے یسوؔع خُدائے تعالیٰ کے فرزند مُجھے تجھ سے کیا کام؟ تجھے خُدا کی قسم دیتا ہوں مجھے عذاب میں نہ ڈال"۔ اور جب یسوؔع نے اُس بد رُوح کا نام پُوچھا تو وہ چلّانے لگا "میں ایک نہیں، بلکہ ہم لشکر ہیں"۔

اس پر بد رُوحوں نے خُداوند کی مِنّت کی کہ اُنہیں پہاڑ پر چرنے والے سوروں کے گلّے میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے۔ چنانچہ مسیح نے اُنہیں اجازت دے دی۔ پس وہ بد رُوحیں اس شخص سے نکل کر سوروں میں جا گھسیں۔ اِس پر سُور اتنے بد حواس ہوئے کہ پہاڑی پر سے کُود کر جھیل میں ڈوب گئے۔ اس شخص کو جب پتہ چلا کہ وہ بد روحیں، جن کا اُس پر قبضہ تھا، اس قدر خطرناک تھیں کہ اُسے تباہ کر دیتیں تو اُسے خُداوند یسوؔع کے قدموں میں ہی اپنی سلامتی نظر آئی۔

تب سوروں کے مالکوں نے آکر خُداوند سے مُطالبہ کیا کہ وہ ان کے علاقہ سے نکل جائے۔ ان کے نزدیک سُور انسانی رُوح سے زیادہ قیمتی تھے۔

مگر خُداوند یسوؔع کی تعلیم یہ تھی کہ خُدا کی نظروں میں انسانی رُوح سے زیادہ قیمتی اور کوئی چیز نہیں۔ وہ نہیں چاہتا کہ ان میں سے کوئی ہلاک ہو، بلکہ اس کی تو یہ تمنا ہے کہ سب لوگ نجات پائیں اور سچائی

کی پہچان تک پہنچیں[۱]۔

یسوؔع نے اور بھی بہُت سے معجزات کئے، جن میں سے بہُت سے انجیلِ مُقدّس میں مرقوم ہیں۔ خداوند کے حواریوں میں سے ایک انہی عجیب کاموں کی بابت یُوں کہتا ہے "اگر وُہ جُدا جُدا لکھے جاتے تو میں سمجھتا ہوں کہ جو کتابیں لکھی جاتیں اُن کے لئے دُنیا میں گنجائش[۲] نہ ہوتی"۔

خداوند اُس ملک کے غریب عوام میں تین[۳] سال تک منادی کرتا رہا۔ اور اس دوران میں بیماروں، لاچاروں اور غم زدوں کو شفا اور تسلّی دیتا رہا۔ اگر وہ لوگوں کو اجازت دیتا تو وہ اُسے بادشاہ بھی بنا دیتے مگر اس کی یہ مرضی و مقصد نہ تھا۔ تین[۴] سال ختم ہونے پر وہ اپنے بارہ شاگردوں کو خُدا کی گہری حقیقتوں کے متعلق تعلیم دینے لگا اور ان پر صاف صاف واضح کر دیا کہ اس کا اس دُنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے۔

ایک دن یوُں ہُوا کہ خُداوند یسوؔع نے اچانک اپنے شاگردوں سے سوال کیا "لوگ مجھے کیا کہتے ہیں؟" انہوں نے جواب دیا کہ "لوگ سمجھتے ہیں کہ تو پُرانے عظیم الشان نبیوں میں سے ایک ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ فلاں اور بعض کہتے ہیں کہ فلاں ہے"۔

یسوؔع نے کہا "تم مجھے کیا کہتے ہو"؟ خداوند جانتا تھا کہ ان میں اسی سوال پر بحث ہُوا کرتی تھی۔

پس پطرسؔ نے جواب دیا "تو زندہ خدُا کا بیٹا مسیح ہے"۔

تب خُداوند یسوؔع نے پطرسؔ سے کہا "خود خُدا نے تجھ پر یہ بات ظاہر کی ہے۔ لیکن یہ بات ابھی کسی کو نہ بتانا"۔ اتنا کہنے کے بعد خُداوند نے اپنے شاگردوں کو مفصّل طور پر بتایا کہ اس پر کیا کیا گزرنے والا ہے۔

وہ کہنے لگا" میرے لئے ضرور ہے کہ میں یروشلیم کو جاؤں اور سردار کاہن اور فقیہوں (مذہبی عالموں) کے ہاتھوں دُکھ اٹھاؤں اور قتل کیا جاؤں اور تیسرے دن جی اُٹھوں۔"

پطرس جو خُداوند کی محبّت میں ڈوبا ہُوا تھا فوراً چلّا اُٹھا" اے خُداوند خدا نہ کرے۔ یہ تجھ پر ہرگز نہیں آنے کا۔"

مگر خُداوند اُس سے پیٹھ موڑ کر کہنے لگا" اے شیطان، میرے پاس سے دُور ہو۔ تو میرے لئے ٹھوکر کا باعث ہے کیونکہ تو خُدا کی باتوں کا نہیں بلکہ آدمیوں کی باتوں کا خیال رکھتا ہے۔ پھر اُس نے مڑ کر تمام شاگردوں سے مخاطب ہوکر کہا" اگر کوئی میرے پیچھے آنا چاہے تو اپنی خودی کا انکار کرے اور اپنی صلیب اٹھائے اور میرے پیچھے ہولے۔"

لیکن جس طرح چٹان پر پانی برستا ہے مگر اس میں جذب نہیں ہوتا اسی طرح اس کے شاگردوں کے ذہنوں میں بھی اس کا کلام سرایت نہ کر سکا۔ خُداوند اُن کی یہ کیفیت دیکھ کر خاموش ہو گیا کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ مستقبل میں اس کا مفہوم ان پر ظاہر کرے گا۔

کتابِ مُقدّس کے حوالجات

عام :- مرقس ۱ : ۱۴ - ۱۵ ؛ ۳۲ - ۳۴ ؛ لوقا ۵ : ۱ - ۱۱ ؛ متّی ابواب ۵، ۶، ۷، ۸ : ۱ - ۴ ؛ لوقا ۷ : ۱۱ - ۱۷ ؛ ۳۶ - ۵۰، مرقس ۴ : ۳۵ - ۴۱ ؛ ۵ : ۱ - ۲۰، لوقا ۹ : ۱۸ - ۲۰ ؛ متّی ۱۶ : ۱۳ - ۲۴

خاص :- [۱] یوحنّا ۳ : ۱۶ [۲] لوقا ۴ : ۱۴ - ۲۲ ؛ یسعیاہ ۶۱ : ۱ - ۲
[۳] یسعیاہ ۵۳ : ۴ ؛ رُومیوں ۵ : ۸ ؛ ۲- تیمتھیس ۱ : ۱۰

[۴] متّی ۵ : ۲ - ۱۰
[۵] یوحنّا ۶ : ۳۷
[۶] ۱- تیمتھیس ۱ : ۱۵
[۷] مرقس ۲ : ۱۵ - ۱۷
[۸] رومیوں ۳ : ۲۳
[۹] یرمیاہ ۷ : ۹
[۱۰] ۱- تیمتھیس ۲ : ۳ - ۴
[۱۱] یوحنّا ۲۱ : ۲۵

پہاڑ

گلیل کی جھیل سے دُور شمال کی طرف ایک اُونچا پہاڑ ہے۔ اُس کی چوٹیاں اس قدر بُلند و بالا ہیں کہ ہمیشہ برف سے ڈھکی رہتی ہیں۔ جب سُورج کی سُنہری کرنیں ان چوٹیوں پر پڑتی ہیں تو عجیب منظر نظر آتا ہے۔ شاعروں نے اس دلکش اور روپہلے منظر سے متاثر ہو کر قصیدے لکھے ہیں۔

خُداوند یسوعؑ نے جب بتایا کہ اس کا یرُوشلیم جانا اور وہاں جا کر مرنا ضروری ہے تو اُس کے چھ دن بعد وہ اس پہاڑ پر چلا آیا۔ یُوں تو اس کے ساتھ سبھی شاگرد تھے مگر ان میں سے اُس نے صرف تین یعنی پطرسؔ، یعقوبؔ اور یوحنّاؔ کو منتخب کیا کہ وہ اس کے ساتھ پہاڑ پر چلیں۔ باقی ماندہ شاگرد نیچے وادی میں رہ گئے۔

خُداوند یسوعؑ اپنے ان تین شاگردوں کو ساتھ لے کر بڑی خاموشی سے پہاڑ پر چڑھنے لگا۔ میدان کے گرد و غبار اور بھیڑ سے جو اُن کے پیچھے لگی رہتی تھی، کچھ عرصہ الگ ہونے پر انہیں قدرے سکُون مِلا۔ شام ہو چکی تھی اور موسم بڑا خوشگوار تھا۔ شاگردوں نے اندازہ لگایا کہ ان کا استاد

حسبِ دستور رات دُعائیں گزارے گا۔

آخر سب چڑھائی ختم ہوئی تو خُداوند کو ایک ایسا مقام نظر آیا، جہاں وہ شاگردوں سے علیٰحدہ ہو کر دُعا مانگنے لگا۔ شاگردوں نے بھی دُعا تو کی مگر وہ اتنے تھکے ماندے تھے کہ نیند کی تاب نہ لا سکے اور کمبل اوڑھ کر سو گئے۔

ابھی اُنہیں سوئے ہوئے کچھ زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ اچانک کسی چیز نے انہیں جگا دیا۔ آواز تو کوئی سُنائی نہ دی مگر صاف شفاف اور تیز روشنی نے انہیں اندھا سا کر دیا۔ وہ بڑی حیرانی سے اپنی آنکھیں ملتے ہوئے اُٹھے اور دیکھنے لگے کہ روشنی کہاں سے آ رہی ہے؟ انہوں نے دیکھا کہ یسوعؑ دُعا میں ویسے ہی مشغول ہے جیسے کہ وہ ان کے سونے سے پیشتر محو تھا۔ مگر اب اس میں حیرت انگیز تبدیلی واقع ہو چکی ہے۔ اس کا چہرہ پُرنور اور اس کا لباس برف کی مانند شفاف ہے۔ دُنیا میں کوئی دھوبی بھی اتنا اجلا کپڑا نہیں دھو سکتا۔ اس کے کپڑے اس قدر چمک رہے تھے جیسے کہ ان سے روشنی پھوٹ رہی ہو۔ تاہم جب شاگردوں نے اس پر نگاہ کی تو انہیں ایسا معلوم ہوا جیسے کہ اس کا براق لباس بلکہ جسم بھی محض ایک پردہ ہے جس میں سے اس کا باطنی جلال اپنی دمک دکھا رہا ہے۔

وہ اس رویا سے اس قدر متحیّر ہوئے کہ ان پر سکتے کا سا عالم طاری ہو گیا۔ پھر کیا دیکھتے ہیں کہ خُداوند یسوعؑ کے ساتھ دو اشخاص اور آن ملے ہیں۔ وہ ان کی طرح انسان تھے۔ یسوعؑ اُٹھ کر اُن سے ان کا نام لے لے کر گفتگو کرنے لگا۔ ان میں سے ایک موسیٰ تھا جس نے اپنی قوم کو شریعت

دی تھی اور دوسرا ایلیاہ جو کسی انسان سے کبھی خوف زدہ نہیں ہوا تھا۔ یہ دونوں عرصہ ہوا اس جہان سے کوچ کر چکے تھے۔ وہ یسوع کی نورانی بارگاہ میں کھڑے گفتگو کر رہے تھے جیسے کہ وہ اُن کا بادشاہ ہو۔ شاگردوں کے قیاس کے برعکس، ان کی گفتگو بجائے اس کی تاج پوشی کے، اس کی موت اور آسمان پہ واپسی کے موضوع پر تھی۔

پطرس اپنے اِرد گرد اس قدر جلال دیکھ کر کانپ اٹھا۔ اُسے ڈر تھا کہ کہیں خُداوند انہیں چھوڑ کر آسمان پر ہی نہ چڑھ جائے۔ چنانچہ وہ چلا کر کہنے لگا" خُداوند یہاں موجود ہونے کے لئے ہم تیرے شکرگزار ہیں۔ اگر اجازت ہو تو ہم تین ڈیرے بنائیں۔ ایک تیرے لئے، ایک موسیٰ کے لئے اور ایک ایلیاہ کے لئے" مگر اُسے یہ پتہ نہیں تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

اس بے معنی کلام کا اُسے کوئی جواب نہ ملا بلکہ ان پر روشنی کا بڑا بادل نازل ہُوا جس نے انہیں اپنی بے حد روشنی میں ایسا گھیرا کہ پطرس اور اس کے ساتھی دونوں شاگردوں کو کچھ دکھائی نہ دیا۔ ان کی حالت ایسی ہو گئی تھی جیسے کہ کوئی سُورج کو تکنے کی وجہ سے چندھیا جاتا ہے۔ پھر اس بادل میں سے خدُا کی آواز ان سے یوں ہمکلام ہوئی" یہ میرا پیارا بیٹا ہے جس سے میں خوش ہوں۔ اُس کی سُنو" وہ اس آواز اور اس روشنی اور خدُا کی حضوری سے دہشت زدہ ہو کر سجدے میں گر پڑے اور اپنا منہ چھپا لیا۔ چند لمحوں بعد جب انہوں نے اپنے سر ڈرتے ڈرتے اوپر اٹھائے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اب اُن کے گِرد اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ اگر کوئی روشنی تھی وہ فقط ان ستاروں کی تھی جو اس وقت آسمان پر چمک

رہے تھے۔ روشن بادل اور براق شکلیں غائب ہو چکی تھیں۔ صرف یسوع ہی وہاں کھڑا تھا اور انہیں دیکھ رہا تھا۔ اُس نے اُن کے پاس آکر اُنہیں چھُوا اور کہا" ڈرو مت۔ آؤ اب چلیں"۔

وہ آہستہ آہستہ اُٹھے اور اُس کے پیچھے پیچھے پہاڑ سے اُترنے لگے۔ مگر ابھی تک وہ اُس نظارے کی وجہ سے حیرت زدہ تھے۔ پو پھٹ رہی تھی اور نیچے وادی نظر آ رہی تھی، جہاں دوسرے شاگرد اُن کا انتظار کر رہے تھے۔

تب یسوع نے ان کو کہا" جب تک ابن آدم مُردوں میں سے جی نہ اُٹھے جو کچھ تم نے دیکھا ہے کسی سے ذکر نہ کرنا"۔

شاگردوں نے خاموشی سے اس کا حکم سُنا۔ وہ اُس کے متعلق کہہ بھی کیا سکتے تھے۔ انہوں نے اس کا جلال دیکھا تھا اور اب وہ اس سے مُردوں میں سے جی اٹھنے کی باتیں کر رہا تھا۔ کون ان رازوں کو سمجھ سکتا؟ چنانچہ وہ آپس میں بحث کرنے لگے کہ اس کا مفہوم کیا ہے؟

انسان ان رازوں کو جو خدُا اُسے سمجھانا چاہتا ہے، سمجھنے میں کتنا سست دل ہے۔ مگر اس سست دلی کے مقابلہ میں خدُا کا صبر کتنا لا محدود ہوتا ہے؟ جب تک کلام مقدس کی تمام پیشین گوئیاں مسیح کے متعلق پُوری نہ ہوئیں، ان تینوں شاگردوں کو اس رویا کی جو انہوں نے پہاڑ پر دیکھی تھی کچھ سمجھ نہ لگی۔ تب وہ سمجھ گئے کہ وہ شخص جسے وہ استاد کہتے ہیں، وہی جلالی خدُا ہے۔ یعقوب نے جب اس کی اصلی سرشت پر غور کیا تو لکھتا ہے" ہمارے خداوند ذوالجلال یسوع مسیح"۔ یوحنا یوں لکھتا ہے" ہم نے اس کا ایسا جلال دیکھا جیسے باپ کے

اکلوتے کا جلال[2]۔" پطرس[3] کہتا ہے" ہم نے .... خود اُس کی عظمت کو دیکھا تھا کہ اُس نے خدا باپ سے اس وقت عزت اور جلال پایا جب اس افضل جلال میں اُسے یہ آواز آئی کہ یہ میرا پیارا بیٹا ہے جس سے میں خوش ہوں۔ اور جب ہم اس کے ساتھ مقدس پہاڑ پر تھے تو آسمان سے یہی آواز آتی سُنی۔"

یوں خداوند یسوع کے اس جلال کا جو اُسے کائنات کے وجود میں آنے سے پیشتر خدا کی بارگاہ میں حاصل تھا، اس کا مکاشفہ شاگردوں پر ہُوا۔ وہ اپنے جلال کو چھوڑ کر اس جہان میں آیا جہاں گناہ اور دُکھ ہے۔ جہاں کے انسان بُری خواہشوں کے غلام اور خدا کے دشمن ہیں۔ اس نے اپنے آپ کو خالی کر دیا۔ وہ انسانوں میں بالکل انہی کے سے گوشت اور خون کا انسان بن کر آیا۔ وہ ان کے لئے مرنے کو تیار ہُوا تاکہ تمام بنی نوع انسان کے گناہوں کا کفارہ ہو۔ اور وہ انہیں جو اس پر بھروسہ رکھتے ہیں اپنی ابدی حضوری کی ابدی خوشی میں شامل کرے۔ صرف انسان بن کر ہی خداوند یسوع اپنی موت کے وسیلہ سے انسان کے گناہوں کا کفّارہ دے سکتا تھا۔ اس نے وہ سزا برداشت کی جو خدائے قدوس و عادل انہیں دیتا ہے جو اس کی سچی شریعت کی حکم عدولی کرتے ہیں۔ پس اس مقصد کو مدِنظر رکھتے ہوئے کہ وہ انسان بنے اور موت برداشت کرے، اس نے اپنے آسمانی جلال کو چھوڑ دیا۔ ان کی نجات کے مقابلہ میں اس نے اس بات کو بالکل معمولی سمجھا۔ یہ کس قدر عجیب بات ہے کہ انسان تو اپنی ملکیت کی بڑی حفاظت کرتا ہے مگر خداوند نے اُسے چھوڑ دیا۔ اس کی بابت کلامِ مقدس میں یوں لکھا ہے" اُس نے .... اپنے آپ کو خالی کر دیا

اور خادم کی صورت اختیار کی اور انسانوں کے مشابہ[4] ہو گیا۔" اس کی وجہ اس کی وہ عظیم محبّت ہے، جو گناہ کے باعث اس کے دشمن ہونے کے باوجود بھی، وہ ہم سے محبّت رکھتا ہے۔

کتابِ مقدّس کے حوالجات

عام :- متّی ۱۷ : ۱-۹

خاص :- [1] یعقوب ۲ : ۱ [2] یوحنّا ۱ : ۱۴ [3] ۱-پطرس ۱ : ۱۶-۱۸

[4] فلپیوں ۲ : ۶-۷

مُقدّس شہر

مُقدّس شہر یروشلیم کے پرانے زمانے کے محلوں کی شان و شوکت اور اس کی عظیم الشان ہیکل کے جلال کو کون بیان کر سکتا ہے۔ کون زائرین کی دلی خوشی کی کیفیت بیان کر سکتا ہے جو انہیں سڑک کے آخری موڑ پر پہنچ کر برجوں اور میناروں کو دیکھنے کے باعث ہوتی تھی۔

یروشلیم ایک بڑے پُر فضا پہاڑی مقام پر واقع تھا، جسے چاروں طرف گھنے اور سر سبز و شاداب درختوں سے پُر پہاڑیوں نے گھیر رکھا تھا۔ یہ منظر نہایت ہی دلفریب اور خوشنما تھا، جس سے زائرین کے دلوں میں گذشتہ زمانوں کی ہزاروں داستانوں کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ خواہ اُسے کسی نے کبھی نہ دیکھا ہو، مگر اس کی شہرت کو ضرور سُنا ہو گا کیونکہ دور دراز ملکوں میں بھی ہر ایک اس سے واقف تھا اور دوسری قومیں اس کے حُسن پر رشک کرتی تھیں۔ پاک کلام میں شاعر کے یہ الفاظ اس پر کتنے صادق آتے ہیں

ہمارے خُدا وند کے شہر میں اپنے کوہِ مُقدّس پر
خُدا وند بزرگ اور بے حد ستائش کے لائق ہے

شمال کی جانب کوہِ صیّون جو بڑے بادشاہ کا شہر ہے
وہ بلندی میں خوشنما اور تمام زمین کا فخر ہے

اپریل ۲۹ء کا واقعہ ہے کہ یروشلیم میں زائرین کی بھیڑ لگی ہوئی تھی کیونکہ فسح کی عظیم الشان عید قریب تھی۔ شہر میں ہزاروں لوگ جمع ہو چکے تھے چونکہ یسوعؔ ناصری کے کاموں کی دھوم مچی ہوئی تھی اور خیال تھا کہ وہ بھی اس موقع پر یروشلیم آئے گا، اس لئے یہاں ابھی اور بھی لوگوں کے جمع ہونے کی توقع تھی۔ تھوڑے ہی دن پہلے کی بات ہے کہ اس نے دو میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں میں قبر میں گڑے ہوئے چار دن کے مردہ کو پکارا اور وہ زندہ ہو کر قبر سے نکل آیا تھا۔ اس وقت جو لوگ یروشلیم میں جمع تھے ان میں سے بعض نے یہ ماجرا اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اس لئے اُس کی سچائی سے کون انکار کر سکتا تھا۔

یہی نہیں بلکہ اور قصے بھی سننے میں آئے تھے۔ مثلاً، اُس نے ایک لڑکے کی پانچ روٹیوں اور دو مچھلیوں سے پانچ ہزار آدمیوں اور سینکڑوں عورتوں اور بچوں کو کھلایا۔ وہ شخص جس سے ایسے معجزے ظاہر ہوں، موعودہ نجات دہندہ کے سوائے، اور کون ہو سکتا تھا؟ لوگوں میں چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں کہ یروشلیم آنے پر اُسے بادشاہ بنانے کے لئے اس کی رسم تاج پوشی ادا کی جائے گی۔ مگر شہر کے رہنے والے اس قسم کی افواہوں پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ "یسوعؔ کی تاج پوشی کیسے ہو سکتی تھی"؟ وہ کہتے تھے ابھی چند ماہ ہوئے جبکہ وہ یروشلیم میں تھا تو کاہنوں اور دینی عالموں نے اس کی مخالفت کی تھی اور فتویٰ دیا کہ وہ ایسے کام شیطان کی قدرت سے کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اُنہوں نے اس پر کفر کا الزام بھی لگایا تھا کہ وہ خدا

کو اپنا باپ کہہ کر اپنے آپ کو خدا کے برابر بتاتا ہے۔" کاہنوں کے اس فتویٰ سے عوام اتنے مشتعل ہوئے تھے کہ وہ اُسے سنگسار کرنا چاہتے تھے مگر اس کا بے خوف اور عجیب کلام سن کر لوگ جھجک گئے تھے اور کہنے لگے "انسان نے کبھی ایسا کلام نہیں کیا۔"

اب کاہنوں اور مذہبی عالموں کو اور بھی گھبراہٹ ہوئی۔ وہ فکرمند تھے کہ اگر یسوعؔ عید پر پہنچ گیا تو کیا ہوگا۔ انہوں نے بھی سن رکھا تھا اور ان کے جاسوسوں نے بھی اطلاع دی تھی کہ ملک کے دوسرے حصّوں میں تو لوگوں کو اس سے بڑی عقیدت ہے اور ہر وقت اُس کے پیچھے پیچھے ایک جم غفیر لگا رہتا ہے۔ چنانچہ وہ چاہتے تھے کہ اُسے اپنے قبضہ میں کر لیں۔ کیونکہ اُس کی تعلیم ان کی پریشانی کا باعث تھی اور وہ اس کی مقبولیّت سے حسد کرتے تھے۔ وہ خیال کرتے تھے کہ اس کی اوقات ہی کیا ہے کہ لوگ اُسے اُستاد مانیں؟ وہ محض ایک گنوار بڑھئی ہے۔ اس سے زیادہ بُرائی اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ اُس نے ہم پر نکتہ چینی کی جرأت کی، ہمیں ریاکار کہا اور توہین آمیز الفاظ میں ہمیں ملامت کی۔ وہ اکثر کہا کرتا تھا کہ اگرچہ یہ لوگ بظاہر تو دین دار ہیں مگر باطن میں لالچی، بھیڑیئے، خود غرض اور شرارت کے پتلے ہیں۔ ایسی ہتک، اور وہ بھی بر سرِ بازار، کون برداشت کر سکتا ہے! یہی وجہ تھی کہ انہیں خداوند یسوعؔ سے سخت نفرت تھی۔ کیونکہ وہ اپنے متعلق اپنے منہ پر سچی بات سُننا برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

دریں اثنا خداوند یسوعؔ اس سڑک پر سفر کر رہا تھا جو یروشلیمؔ کو جاتی تھی۔ راستے میں جتنے بھی شہر اور دیہات آئے وہ اُن میں تعلیم دیتا

اور جتنے لوگوں نے اس سے رحم کی درخواست کی، اُس نے انہیں شفا بخشی۔ حتیٰ کہ سڑک کے کنارے بیٹھے ہوئے گداگر بھی اس کی بخشش سے محروم نہ رہے۔

راستے میں وہ اپنے شاگردوں کو تعلیم دیتا جاتا تھا کہ وہ آنے والے وقت کے لئے تیار رہیں۔ وہ کہنے لگا "مذہبی پیشوا مجھے پکڑوائیں گے اور میں رومیوں کے حوالے کیا جاؤں گا۔ میرا مذاق اڑا کر مجھ پر تھوکا جائے گا اور جب مجھے کوڑے لگ چکیں گے تو ایک عام مجرم کی طرح مجھے سزائے موت دی جائے گی مگر میں تیسرے دن پھر جی اٹھوں گا۔ ان تمام باتوں کا ذکر صحیفوں میں موجود ہے اور ان کا پُورا ہونا ضرور ہے۔" مگر شاگردوں نے اس پر دھیان نہ دیا۔ وہ سمجھتے تھے کہ خداوند یسوعؔ کی یروشلیمؔ میں تاج پوشی ہونے والی ہے، اس لئے وہ ایسے خیالات کو دل میں جگہ دینے کو تیار نہ تھے۔ بجائے اس کے کہ وہ ان باتوں پر سوچ بچار کرتے ان میں یہ بحث چھڑ گئی کہ جب خداوند تخت نشین ہوگا تو ہم میں سے کون بڑا ہوگا؟

جب کہ یروشلیمؔ چند میل دُور رہ گیا اور اُس کے پیچھے بہت بڑی بھیڑ چلی آ رہی تھی، تو اس وقت خداوند نے اپنے شاگردوں سے کہا "اس گاؤں میں جاؤ اور وہاں جاتے ہی تمہیں ایک گدھی کا بچّہ ملے گا، جس پر آج تک کسی نے سواری نہیں کی۔ اگر تم سے کوئی پُوچھے کہ تم اسے کیوں کھول رہے ہو تو اُسے کہنا "خداوند کو اس کی ضرورت ہے۔"

جب شاگرد گدھی کا بچّہ لینے گئے تو انہوں نے اُس کے مالک کو بتایا کہ خداوند کو اس کی ضرورت ہے۔ چنانچہ مالک نے اجازت دے

دی۔ پس وہ گدھی کے بچّے کو لائے اور اُنہوں نے اس کے اُوپر اپنے کپڑے ڈال دیئے اور خُداوند یسوعؔ اس پر سوار ہو گیا۔

تب جتنے بھی لوگ مسیح کے ساتھ تھے، خوشی سے بھر گئے۔ وہ سمجھتے تھے کہ واقعی یسوعؔ یروشلیمؔ میں اپنی تاج پوشی کے لئے جا رہا ہے۔ اگرچہ گدھا، بادشاہ جیسی ہستی کے لئے تو ایک حقیر سی سواری ہے۔ مگر اس زمانہ میں دستور تھا کہ جب کوئی بادشاہ شہر میں پُرامن طریقہ سے داخل ہوتا تو وہ جنگی گھوڑے پر سوار ہونے کی بجائے، گدھے پر سوار ہو کر داخل ہوتا تھا۔ علاوہ ازیں خُدا کے کلام میں بھی، اس وعدہ کئے ہوئے بادشاہ کے متعلق یہی آیا ہے " دیکھ تیرا بادشاہ تیرے پاس آتا ہے۔ وہ حلیم ہے اور گدھے پر سوار ہے۔" لوگوں میں اس قدر جوش و خروش تھا کہ انہوں نے اپنی چادریں راہ پر بچھا دیں تاکہ خُداوند یسوعؔ اُن پر سے سواری کرتا ہوا چلے۔ اُنہوں نے کھجور کی ڈالیاں توڑ کر اس کے آگے آگے ہوا میں لہرانی شروع کر دیں اور خوشی کے نعرے لگانے لگے۔

یروشلیمؔ کو جانے والی سڑک پہاڑ کے گرد گھومتی ہوئی آہستہ آہستہ اُونچی ہوتی جاتی تھی اور جب ایک جگہ پہنچ کر یک دم شمال کی طرف مڑی تو شہر دکھائی دینے لگا۔ لوگوں کو جب شہر نظر آیا تو انہوں نے خوشی سے فتح کے نعرے لگانے شروع کر دیئے اور پھر خُدا کی حمد و ستائش میں گیت گانا شروع کر دیا۔" مبارک ہے وہ جو خُداوند کے نام پر آتا ہے۔ مبارک ہے وہ بادشاہت جو داؤدؔ کی اصل و نسل سے ہے۔"

اگرچہ ہجوم مستقبل سے ناواقف تھا مگر خُداوند سے کوئی بات پوشیدہ نہیں تھی۔ وہ جانتا تھا کہ بطور بادشاہ اس کی تاج پوشی کرنے

کی بجائے، یروشلیمؔ کے لوگ اس کی موت کا مطالبہ کریں گے اور یوں وہ سزا کے وارث بن جائیں گے۔ جب خُداوند کی نظر اس خوبصورت شہر کے جگمگاتے میناروں اور ستونوں پر پڑی، تو اُسے چالیسؔ سال بعد کا خیال آیا، جبکہ اس شہر کی عدالت ہو گی اور وہ پتھروں کا ڈھیر بن جائے گا۔ اس کا کوئی بھی پتھر دوسرے پتھر پر باقی نہ رہ سکے گا اور تمام لوگ پابہ زنجیر ہوں گے۔ جب اُسے یہ خیال آیا تو رو پڑا۔

وہ کیوں نہ روتا؟ کیا کوئی شخص ان کو جن سے اُسے محبّت ہو، جان بوجھ کر ہلاکت کی طرف جاتے دیکھ کر نہیں روتا؟ کیا ماں یہ دیکھ کر نہیں روتی کہ اس کا بچّہ دکھ و تکلیف میں ہے مگر اس کی گود میں چین حاصل کرنے کو تیار نہیں؟ کیا باپ کو اس وقت رونا نہیں آتا جبکہ اس کا پیارا بچّہ شیطانی راہوں پر چلتے ہوئے، اس کی نصیحت اور مشورے کو خاطر میں نہ لاتا ہو؟ محبّت کا دل بہت نازک ہے۔ اگرچہ محبّت میں زخم کھانے پڑتے ہیں مگر جب محبوب محبّت کو ٹھکرا دے تو اس سے بڑھ کر کاری زخم اور کوئی نہیں۔ لہٰذا جب خداوند کو خیال آیا کہ جن لوگوں کو وہ بچانا چاہتا ہے وہ اس کے پاس آنے کو بھی تیار نہیں تاکہ اس کی پناہ میں آ کر گناہ اور غم سے نجات پائیں، تو وہ رو پڑا چنانچہ وہ افسردہ خاطر ہو کر چلّا اٹھا " اَے یروشلیمؔ! اَے یروشلیمؔ! تو جو نبیوں کو قتل کرتا اور جو تیرے پاس بھیجے گئے اُن کو سنگسار کرتا ہے۔ کتنی بار میں نے چاہا کہ جس طرح مرغی اپنے بچّوں کو پروں تلے جمع کر لیتی ہے اُسی طرح میں بھی تیرے لڑکوں کو جمع کر لوں، مگر تو نے نہ چاہا! دیکھو تمہارا گھر تمہارے لئے ویران چھوڑا جاتا ہے کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ اب

سے مجھے پھر ہرگز نہ دیکھو گے جب تک نہ کہو گے کہ مبارک ہے وہ جو خداوند کے نام سے آتا ہے۔"

لہٰذا خداوند یسوعؑ جو اس شہر کا اصل بادشاہ تھا، اس نے یہ جانتے ہوئے کہ یہ شہر اُسے رد کر دے گا، شہر کے لئے ماتم کیا۔ وہ آگے بڑھا اور جونہی وہ شہر کے پھاٹکوں میں سے داخل ہوا تو ہر ایک کھڑکی، ہر ایک چھت بلکہ نیچے گلیوں میں بھی ہر ایک کی یہی تمنا تھی کہ اُس کا دیدار حاصل کرے۔ ان میں سے چند ایک لوگ جو ناواقف تھے پوچھنے لگے "یہ کون ہے!" اُنہیں بتایا گیا "یہ گلیل کے ناصرت کا نبی یسوعؑ ہے۔"

مگر خداوند یسوعؑ اس ہجوم میں سے عظیم الشان ہیکل کو گیا۔ جب وہ ہیکل کے صحن میں داخل ہوا، تو اُس نے اپنے چاروں طرف قہر آلود نظر ڈالی، کیونکہ ہیکل کے صحن کا مقصد یہ تھا کہ غیر اقوام خدا کے کلام کو سُن کر اس کی پرستش کریں۔ مگر یہاں تو اُنہوں نے اُسے منڈی بنا رکھا تھا، جہاں گائے، بیل اور بھیڑ بکریاں قربانی کے لئے مہنگے نرخوں پر فروخت ہو رہی تھیں۔ تب یسوعؑ نے ایک رسّی لی اور اس کا کوڑا بنا کر سوداگروں کو ان کے جانوروں سمیت اس مقدس عمارت سے باہر نکال دیا اور وہ تختے جن پر وہ روپیہ گن گن کر رکھتے تھے الٹ دیئے اور کبوتر فروشوں سے مخاطب ہو کر کہا "یہ سب کچھ نکالو کیونکہ لکھا ہے کہ میرا گھر دُعا کا گھر ہوگا۔ مگر تم نے اس کو ڈاکوؤں کی کھوہ بنا دیا۔"

اس وقت وہ اس قدر برہم تھا کہ وہ کاہن، جن کے منافع کے لئے یہ منڈی لگائی جاتی تھی، تھر تھر کانپنے لگے۔ اُس کے یہ الفاظ اُنہیں

تیر کی طرح لگے۔ کیا خُدا کے کلام میں نہیں آتا "میرا گھر تمام قوموں کے لئے دُعا کا گھر ہوگا پھر تم نے اس کو ڈاکوؤں کی کھوہ بنا دیا۔" یہ سُن کر چند ایک سردار کاہن کو اطلاع دینے چلے گئے۔

مگر خداوند ہیکل میں جمع ہوئے لوگوں کی طرف متوجہ ہوا۔ اور جب اس نے ان میں اندھے اور لنگڑے دیکھے تو وہ ان میں پھر کر انہیں شفا دینے لگا۔

ہیکل میں خدمت کرنے والے بچّوں نے جب یہ عجیب کام دیکھے تو وہ مارے خوشی کے چلا اُٹھے۔ اُنہوں نے اعلان کیا کہ جس کا وعدہ خدا نے کیا تھا یہی وہ بادشاہ ہے اور اس کے بھیجے جانے کے لئے خدا کی حمد و تعریف کرنے لگے۔ دریں اثنا جب سردار کاہن کو اطلاع ہوئی تو وہ بھی ہیکل میں پہنچ گیا اور اُس سے پوچھنے لگا "تُو نے سُنا ہے یہ کیا کہتے ہیں؟" یسوعؑ نے کہا "ہاں اور اس سے خدا کے کلام کی تصدیق ہوتی ہے۔" کیا تم نے کبھی نہیں پڑھا کہ وہاں کیا لکھا ہے!" اے خدا تو نے چھوٹے بچّوں اور شیر خواروں کے منہ سے اپنی واجب حمد کرائی۔"

پھر خداوند یسوعؑ ہیکل سے نکل کر چلا گیا۔ اب اس کے دل میں بجائے غصّہ کے بڑا بھاری افسوس تھا، کیونکہ جب لوگوں کی یہ حالت ہو کہ وہ ایک عبادت گاہ کو کمائی کا اڈہ بنائیں اور ان کے دل میں خدا کی پہچان حاصل کرنے کی مطلق کوئی خواہش نہ ہو تو ان پر الٰہی حقیقت کے خزانے لٹانے بے کار ہیں۔

خداوند یسوعؑ لوگوں کو روشنی دینے آیا تھا اور وہ روشنی الٰہی حقیقت اور سچائی کی تھی۔ مگر تمام انسانوں کو حقیقت یعنی سچّائی سے محبّت نہیں ہوتی۔ ایسے بھی ہیں جو سچّائی پر جھوٹ کو اور روشنی پر

اندھیرے کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ ان کے فعل بُرے ہوتے ہیں۔ جس طرح سورج کی روشنی اندھیرے کمرہ کے گرد و غبار اور جالوں کو ظاہر کر دیتی ہے اسی طرح وہ روشنی جو خُدا کی طرف سے آتی ہے انسان کے دل کی ہر ایک چیز کو اُجاگر کر دیتی ہے۔ وہ اُس کی نیّت اور چھپی ہوئی خواہشات کو ننگا کر دیتی ہے۔ حق کا متلاشی ان باتوں کے لئے تیار ہوتا ہے اور اپنے آپ کو گناہ کا مجرم سمجھتے ہوئے، خُدا سے فریاد کرتا ہے کہ وہ اُس پر رحم کر کے اس کا دل صاف کر دے۔ مگر وہ شخص جسے گناہ سے محبّت ہوتی ہے اس پر جب سچائی کھولی جائے تو وہ ناراض ہو جاتا ہے۔ بلکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ جس شخص کی معرفت ایسا کلام آیا ہے اُسے ہلاک کر دے۔

یہی حال یروشلیم والوں کا تھا۔ وہ صرف مذہب پرست تھے اگرچہ اپنے ہونٹوں سے خُدا کی تعظیم کرتے تھے مگر ان کے دل اس سے بہت دُور تھے۔ چنانچہ جب خُداوند نے اُن کے دل کی بُرائی کو ظاہر کیا، تو وہ اُسے ہلاک کرنے کی کوشش کرنے اور یہ سوچنے لگے کہ کسی طرح شہر میں شورش بپا ہوئے بغیر اُسے گرفتار کر لیں۔

یسوؔع کے بارہ شاگردوں میں سے ایک شاگرد کا نام یہوداہ تھا۔ اس میں شک نہیں کہ شروع شروع میں تو اُسے خُداوند سے محبّت تھی مگر بعد میں دولت کی محبّت اور بُرائی کی خواہش اُس پر غالب آ گئی۔ وہ باقی شاگردوں سے پہلے یہ سمجھ گیا تھا کہ یسوؔع بادشاہ بننے کی کوئی خواہش نہیں رکھتا۔ نیز یہ جان گیا تھا کہ تمام مذہبی عالم اس کے خلاف ہیں۔ اس لئے اُس نے سوچا کہ یسوؔع کے دشمنوں کو دوست بنانا اُس کے لئے زیادہ فائدہ مند ہو گا۔

لہٰذا وہ سردار کاہن کے پاس جا کر کہنے لگا "اگر میں یسوؔع کو تمہارے حوالہ کر دوں تو تم مجھے کیا دو گے؟"

سردار کاہن نے بڑی خوشی سے اس کی اس پیشکش کو قبول کر لیا اور اُس سے سودا طے کرنے لگا۔ آخرکار فیصلہ چاندی کے تیس ۳۰ سکّوں پر ہوا۔ خُداوند یسوؔع کو سب کچھ معلوم تھا مگر اُس نے کچھ نہ کہا، بلکہ یہوداہ کو موقع دیا کہ وہ اپنا منصوبہ مکمل کر لے۔

عیدِ فسح کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں۔ تمام گھروں میں عورتیں وہ خاص روٹی بنانے میں مشغول تھیں جو عید کے ہفتہ میں کھائی جاتی تھی۔ مرد بازار میں وہ برّے چُن رہے تھے جن کو عید کے اہم دن قربان کرنا تھا، کیونکہ شریعت کے مطابق ہر ایک خاتون کو ایک برّہ کی قربانی دینی پڑتی تھی۔

شہر کے ایک مکان کی ایک بالائی منزل میں مسیح اور اس کے شاگرد عید منانے جمع ہوئے۔ لیکن یسوؔع کے دل پر عید کی بجائے ایک اور خیال مسلّط تھا۔ وہ آنے والی موت کا خیال تھا۔ لوگوں کے ذہن میں وہ برّے تھے جن کی انہیں قربانی دینی تھی۔ مگر خُداوند یسوؔع کے ذہن میں وہ برّہ تھا جسے خُدا کو مہیا کرنا تھا اور وہ برّہ وہ خود تھا۔ کیا وہ اُس دُنیا میں گناہ کی قربانی پیش کرنے کے لئے نہیں آیا تھا؟ اور کیا بیابان میں منادی کرنے والے یوحنّا کی معرفت رُوح القُدس نے یہ نہیں کہا تھا، "دیکھو یہ خُدا کا برّہ ہے جو دُنیا کے گناہ اُٹھائے جاتا ہے"؟

جب عید کی تمام تیاریاں مکمل ہو چکیں تو خُداوند اپنے شاگردوں کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھ گیا، تو اُس وقت بھی وہ یہی سوچ رہا تھا مگر شاگرد ابھی تک اس بحث میں اُلجھے ہوئے تھے کہ ان میں بڑا کون ہے۔ پھر خُداوند

نے دسترخوان سے اٹھ کر ایک برتن اور پانی لیا اور اپنا چوغہ اُتار کر ایک رومال کمر پر باندھا اور جُھک کر باری باری ہر ایک شاگرد کے پاؤں دھونے لگا۔ مگر جب وہ پطرسؔ کے پاس آیا تو اُسے بے حد افسوس ہوا کہ اُس کا خُداوند ایسا کر رہا ہے۔ اس لئے اس نے کہا "اے خُداوند تو میرے پاؤں دھوتا ہے؟ تو میرے پاؤں ابد تک کبھی دھونے نہ پائے گا۔" مگر خُداوند نے اپنی نگاہ اُٹھا کر پطرسؔ کو دیکھا اور نرمی سے کہا "جو میں کرتا ہوں اب تو نہیں جانتا مگر بعد میں سمجھے گا۔ اگر میں تجھے نہ دھوؤں تو تُو میرے ساتھ شریک نہیں۔" پس پطرسؔ نے اُسے پاؤں دھونے دیئے۔

جب خُداوند یسوعؔ دوبارہ دسترخوان پر اپنے شاگردوں کے ساتھ بیٹھا، تو اُس نے اُنہیں بتایا کہ جو کچھ اُس نے کیا ہے اُس سے اُس کا مقصد یہ تھا کہ ان کے لئے ایک ایسی مثال قائم کرے تاکہ وہ انکساری اور محبت میں ایک دُوسرے کی خدمت کریں۔ مگر اُس نے ان الفاظ کا مطلب جو اس نے پطرسؔ کو مخاطب کر کے کہے تھے نہیں بتایا۔ کیونکہ جب شاگردوں کو اتنی سی بات کا افسوس ہُوا کہ خُداوند نے فروتن بن کر ان کے پاؤں دھوئے ہیں تو وہ کیسے سمجھ جاتے کہ خُداوند اس سے بھی زیادہ حقیر بن کر اور اپنا قیمتی خون بہا کر اُن کے دلوں کے گناہ کو دھونے والا ہے تاہم اُس نے پطرسؔ کو گناہ کے دھوئے جانے کے متعلق یہی بتایا تھا اور یہ پاؤں دھونا اُس عظیم تر پستی کی محض ایک تصویر تھی جبکہ وہ محبّت سے اپنی جان دے گا تاکہ شاگرد اور تمام انسان گناہ اور اُس کی پلیدگی سے آزاد و صاف ہو جائیں۔

لہٰذا شاگردوں کو یہاں ایک زبردست سبق سکھایا گیا، جس کا پُورا مفہوم وُہ بعد میں ہی سمجھے۔ سرِدست ان کے دل ایک اور معاملہ میں اُلجھے ہوئے تھے۔ کیونکہ کھانا کھاتے وقت اُنہیں ایسا محسوس ہُوا کہ خُداوند یسوعؔ بڑا بے قرار ہے۔ جب وہ اُس کا جائزہ لے رہے تھے تو وہ بڑی سنجیدگی سے اُن کے ساتھ ہمکلام ہُوا "تم میں سے ایک شخص مجھے پکڑوائے گا۔"

شاگردوں نے بڑے سراسیمہ ہو کر اُس کی طرف دیکھا۔ انہیں اس بات کا افسوس بھی ہُوا اور صدمہ بھی کہ کیا اس کی دانست میں ایسی بات ممکن ہو سکتی ہے! پھر جب اُنہوں نے اپنی گذری زندگی کے متعلق سوچنا شروع کیا تو انہیں ایسے بہُت سے موقعے یاد آئے جب اُنہوں نے اُسے دغا دیا تھا۔ وہ اپنی کمزوریوں کو محسوس کرتے ہُوئے باری باری اُس سے پوچھنے لگے "اَے خُداوند کیا میں ہوں؟ ان میں سے صرف یہوداہ اسکریوتی جو خُداوند یسوعؔ کے قریب بیٹھا تھا خاموش رہا۔ مگر جب دوسرے شاگرد آپس میں چہ میگوئیاں کر رہے تھے تو اُس نے بھی خُداوند سے مخاطب ہو کر آہستہ سے پُوچھا "اے ربّی۔ کیا میں ہُوں"؟

یسوعؔ نے رنجیدہ ہو کر اُس کی طرف دیکھا، کیونکہ وہ اُس کے دِل کی بُرائی سے خوب واقف تھا۔ یہوداؔہ نے بھی اسی لئے سوال کیا تھا کہ کہیں خُداوند پر اُس کی نیّت تو ظاہر نہیں ہو گئی۔ یسوعؔ نے اُس سے کہا "تُو نے خود کہہ دیا، جو کچھ تو کرنے والا ہے جلد کر لے۔" پھر یہوداؔہ وہاں سے اٹھ کر رات کو باہر نکل گیا۔ مگر سوائے خُداوند یسوعؔ کے اور کوئی نہ جانتا

تھا کہ وہ کیوں باہر گیا ہے۔ شاگردوں کا خیال تھا کہ وہ عید کے لئے کوئی چیز خریدنے گیا ہوگا۔

یہوداہ کے چلے جانے کے بعد خُداوند یسوعؔ اپنے شاگردوں سے یوں باتیں کرنے لگا۔

"اے بچو! میں تھوڑی دیر تمہارے ساتھ ہوں۔ تم مجھے ڈھونڈو گے اور جیسا مَیں نے یہودیوں سے کہا کہ جہاں میں جاتا ہوں تم نہیں آ سکتے، ویسے ہی اب تم سے بھی کہتا ہُوں ... تم غمگین تو ہو گے لیکن تمہارا غم ہی خوشی بن جائے گا.... میں تم سے پھر ملوں گا اور تمہارا دل خوش ہوگا اور تمہاری خوشی کوئی چھین نہ لے گا"۔

پس خُداوند نے محبّت اور تسلّی کی باتوں سے ان کے دلوں کو تقویّت دینے کی کوشش کی تاکہ وہ اس گھڑی کے لئے تیار ہو جائیں مگر شاگردوں کے دلوں پر اس قدر غم مُسلّط تھا کہ وہ یہ سمجھ ہی نہ سکے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

پھر اُس نے دسترخوان پر سے روٹی لی اور شکر کرکے اسے توڑا اور اُن کے آگے رکھ کر کہنے لگا "لو کھاؤ۔ یہ میرا بدن ہے جو تمہارے واسطے توڑا جاتا ہے"۔

ایک مرتبہ پھر وہ اُن سے اپنی موت کا ذکر کرنے لگا اور اُنہیں بتانے لگا کہ اُس کی مَوت اُن کی خاطر ہوگی۔ جس طرح گیہوں درانتی سے کاٹے جانے کا دُکھ برداشت کرتا ہے، پھر بیل اُسے روندتے ہیں، اس کو چکی میں پیس کر آٹا، اور آگ میں پکا کر روٹی بناتے ہیں تب کہیں جا کر انسانی ہاتھ اُسے روٹی سمجھ کر توڑتے ہیں اور وہ اُن کے جسموں کے لئے خوراک بنتا ہے اسی طرح اُسے بھی دُکھ اور موت برداشت کرنا ہے۔

تاکہ وہ ایسی روٹی ہو جو الٰہی زندگی کو انسانی زندگی میں مدغم کر سکے۔ اس سے پیشتر ایک موقع پر خُداوند یسوعؔ نے اپنے متعلق کہا تھا "مَیں ہوں وُہ زندگی کی روٹی جو آسمان سے اُتری۔ اگر کوئی اس روٹی میں سے کھائے تو ابد تک زندہ رہے گا بلکہ جو روٹی میں جہان کی زندگی کے لئے دوں گا وُہ میرا گوشت ہے"۔

پھر اُس نے ایک پیالہ لیا اور اُسے بھی اُن کے آگے رکھتے ہوئے کہا "تم سب اس میں سے پیو کیونکہ یہ میرا وہ عہد کا خُون ہے جو بہتیروں کے لئے گناہوں کی معافی کے واسطے بہایا جاتا ہے"۔ شاگردوں نے دہشت زدہ دلوں سے پیالہ لیا اور ان میں سے ہر ایک نے باری باری اُس میں سے پیا۔ مگر جو کچھ وہ کر رہے تھے اُسے پوری طرح نہیں سمجھتے تھے۔ یہ تو اُنہیں بعد میں پتہ چلا کہ انگور کے شیرہ سے مراد خُداوند یسوعؔ کی کفّارہ بخش قربانی تھی، جسے ہر شخص کو قبول کرنا اور اپنانا چاہیئے۔ لہٰذا ہر وہ شخص جو نجات کا پیاسا ہے، اُسے خُداوند یسوعؔ کو قبول کرنے کے لئے اپنا دل کھولنا چاہیئے کیونکہ اس کی موت میں خُدا نے تمام جہان کے سامنے اپنی نجات پیش کی ہے۔

چنانچہ خُداوند نے روٹی اور پیالہ کے نشان کے ذریعہ ایک بہت بڑی حقیقت کو ان کے سامنے پیش کیا اور یوں اس کا اپنے شاگردوں کے ساتھ آخری کھانا ختم ہُوا۔ پھر جب وہ دسترخوان سے اُٹھے تو اس نے ان گیارہ کو اپنے گرد اکٹھا کیا اور آسمان کی طرف نگاہ کرکے دُعا کی۔ یہ دُعا اُس نے اپنے لئے نہیں بلکہ ان کے لئے کی کہ خُدا ان کے ساتھ ہو اور اُنہیں قائم رکھے۔ جب وہ دُعا ختم کر چکا تو اُس نے ایک مرتبہ

پھر اُنہیں خبردار کیا کہ آنے والی گھڑیاں اُن کے لئے پُرخطر اور پُرآزمائش ہوں گی۔ اِس لئے اُس نے اُنہیں کہا "جاگو اور دُعا کرو تاکہ آزمائش میں نہ پڑو۔"

اِس پر پطرس نے جواب دیا "گو سب تیری بابت ٹھوکر کھائیں لیکن میں کبھی ٹھوکر نہ کھاؤں گا۔ اگر تیرے ساتھ مجھے مرنا بھی پڑے تو بھی میں تیرا انکار ہرگز نہ کروں گا۔"

مگر خُداوند یسوؔع نے بڑی سنجیدگی سے پطرس کی طرف دیکھا اور کہا "اِسی رات مرغ کے بانگ دینے سے پہلے تو تین بار میرا انکار کرے گا۔" اُس کے بعد وہ اُٹھ کر چاندنی رات میں باہر نکل گیا اور اُس کے شاگرد اُس کے پیچھے پیچھے چل دیئے۔

وہ شہر کے پھاٹک سے گذر کر اُس راستہ پر ہولئے جو شہر کی فصیل سے اُتر کر نیچے وادی میں بہتی ہوئی ندی کو جاتا ہے۔ پھر وہ ندی عبور کر کے ایک پُرانے باغ میں آئے جو کہ پہاڑی کے دامن میں واقع تھا۔ اُس وقت باغ میں پورے چاند کی روشنی پھیلی ہوئی تھی اور زیتون کے بڑے بڑے درختوں کا سایہ گھاس اور چٹانوں پر پڑ رہا تھا۔ پس خُداوند نے اپنے شاگردوں سے کہا "یہیں بیٹھے رہنا جب تک مَیں وہاں جا کر دُعا کروں۔" پھر اُس نے ان تینوں کو جو اُس کے ساتھ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھے تھے، اپنے ساتھ لیا۔ جب وہ باغ کے اس حصّہ میں پہنچے۔ جہاں گہرا سایہ تھا تو یسوؔع رُک گیا اور تینوں شاگردوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا "میری جان نہایت غمگین ہے، یہاں تک کہ مرنے کی نوبت پہنچ گئی ہے۔ تم یہاں ٹھہرو اور میرے ساتھ جاگتے رہو۔"

وہ ذرا آگے بڑھ کر گھٹنے ٹیک کر دُعا کرنے لگا اور تینوں اُس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اُنہیں خوف آ رہا تھا کیونکہ اُنہیں ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے ان کے گرداگرد بدی ہی بدی ہے۔ پھر جب انہوں نے اسے اندھیرے میں غور سے دیکھا، تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ منہ کے بل زمین پر جھکا ہُوا، خُدا سے اِس طرح منّت سماجت کر رہا ہے جیسے کہ کسی بڑی مصیبت اور قلبی اذیّت میں ہو۔ رات کی خاموشی میں انہوں نے اُسے بار بار یہی التجا کرتے سُنا "اَے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے، تو بھی نہ جیسا میں چاہتا ہوں بلکہ جیسا تو چاہتا ہے ویسا ہی ہو۔"

یہ سُن کر شاگردوں پر اُداسی چھا گئی۔ چونکہ وہ رات بھر جاگنے سے تھک گئے تھے اس لئے نیند ان پر غالب آنے لگی۔ غنودگی کی حالت میں اُنہوں نے محسوس کیا کہ خُداوند ان کے پاس کھڑا ان سے باتیں کر رہا ہے۔ اور جب وہ پوری طرح بیدار ہوئے تو انہوں نے بڑی شرمندگی سے خُداوند کی طرف دیکھا۔ خُداوند نے اُن سے کہا "کیا تم میرے ساتھ ایک گھڑی بھی نہ جاگ سکے؟"

پھر وہ واپس چلا گیا اور سجدہ میں گر کر دعا کرنے لگا "اے باپ اگر یہ پیالہ پیئے بغیر نہیں ٹل سکتا تو تیری مرضی پوری ہو۔" یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔ شاگرد جو نیند کی تاب نہیں لا سکے تھے پھر لیٹ گئے۔

مگر وہ کون سا پیالہ تھا، جس کا خُداوند نے ذکر کیا تھا؟ یہ خیال کبھی بھی نہیں کرنا چاہیئے کہ خُداوند یسوؔع پر کوئی مُصیبت غالب آ سکتی تھی۔ اُس نے دکھ سے بچنے کے لئے باپ سے منّت نہیں کی تھی۔ بلکہ اُس کے دل کا بھاری بوجھ یہی تھا کہ اُسے معلوم تھا کہ وہ گھڑی نزدیک ہے

جب کہ وہ اپنے اُوپر جہان کے گناہ اٹھائے گا اور خُدا یقینی طور پر اُس سے الگ ہو جائے گا۔ وہ جو محبّت ہے اپنے محبوب کو چھوڑ دے گا، وہ جو نُور ہے تاریکی بن جائے گا، وہ جس کی پاکیزگی کے سامنے تمام چیزیں ناپاک دکھائی دیتی ہیں خود گناہ بن جائے گا اور وہ جو زندگی ہے اپنے آپ کو موت کے سپُرد کر دے گا۔ یہ تھا وہ کڑوا پیالہ جو اُسے پینا تھا۔ یہی وہ پیالہ تھا جس کے لئے اُس نے باپ سے درخواست کی تھی کہ ٹل جائے۔

مگر اُس کا ٹلنا محال تھا۔ خُدا کو اپنے بیٹے کو اذیّت اور دکھ دینا ضرور تھا تاکہ جسم میں گناہ کی سزا کا حکم پورا ہو۔ صرف اسی طریقہ سے انسان کی دکھ و تکالیف کا تدارک ہو سکتا تھا۔

اُس کے شاگردوں پر نیند کا غلبہ طاری تھا مگر وہ انہیں جگاتا نہیں بلکہ یہ کہتا ہے "اب سوتے رہو اور آرام کرو۔" جب وہ کہہ ہی رہا تھا تو اُسے دُور سے پاؤں کی آہٹ سُنائی دی۔ یہوداہ اپنے ساتھ سردار کاہن کے سپاہیوں کو لئے ہوئے اُسے گرفتار کرانے کے لئے آرہا تھا۔ وُہ اٹھ کر اس کا انتظار کرنے لگا۔ اُسے معلوم تھا کہ اب اس جہاں میں اس کے لئے سوائے دکھ اور شرمندگی کے کچھ باقی نہیں رہا ہے۔

یہوداہ سیدھے خُداوند یسوّع کے پاس آیا اور اس کا بوسہ لینے لگا۔ سپاہی اسی اشارہ کے منتظر تھے۔ انہوں نے فوراً یسوّع کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ انہوں نے اپنی مشعلوں کی روشنی اُس کے چہرہ پر ڈالی اور اپنی لاٹھیاں اور تلواریں گھمانے لگے۔

اس وقت پطرس اور دُوسرے شاگردوں پر دہشت طاری ہو گئی اور وہ یسوّع کو سپاہیوں کے ہاتھوں میں چھوڑ کر، باغ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ خُداوند نے کوئی مزاحمت نہیں کی بلکہ اپنے آپ کو گرفتار کرنے والوں کے ہاتھ میں دے دیا کہ وہ جو چاہیں، اُس کے ساتھ کریں۔

آدھی رات گذر چکی تھی۔ وُہ اُسے پہرے میں لے کر واپس اُسی نالے میں سے ہوتے ہوئے پہاڑی پر چڑھ کر شہر کی طرف چل دیئے اور شہر میں داخل ہو کر وہ خاموش و سنسان گلیوں میں سے گذرتے ہوئے ہیکل کے قریب ایک بڑے مکان پر پہنچے۔ اس وقت داروغہ نے اکثر سپاہیوں کو چلے جانے کا حکم دیا اور یسوّع کو اس کمرہ میں لے گیا جہاں سردار کاہن بیٹھا، بڑی بے صبری سے اس کا انتظار کر رہا تھا۔ چونکہ رات کافی گذر چکی تھی اور سردی تھی اس لئے باقی ماندہ سپاہیوں نے آگ جلائی۔ جب وہ آگ تاپ رہے تھے تو یوحنّا اور پطرسؔ بھی کھسک کر ان کے درمیان جا بیٹھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ شاید لوگ انہیں نوکر سمجھ کر نہ پہچان پائیں۔ اس جگہ سے انہیں وہ کمرہ دکھائی دے رہا تھا، جس کے آخری کنارے پر ان کی طرف پشت کئے ہوئے خُداوند یسوّع سردار کاہن کے سامنے کھڑا تھا۔

سردار کاہن نے یسوّع سے مطالبہ کیا کہ وہ اُسے پورے اور واضح طور پر بتائے کہ وہ کیا تعلیم دیتا رہا ہے۔ مگر یسوّع نے جواب دیا "میں نے دُنیا سے اعلانیہ باتیں کی ہیں اور پوشیدہ کچھ نہیں کہا۔ تو مجھ سے کیوں پُوچھتا ہے؟ سننے والوں سے پوچھ کہ میں نے ان سے کیا کہا" ہیکل کے ایک سپاہی نے جو یسوع کے پاس کھڑا تھا فوراً اس کے مُنہ پر طمانچہ مارا

اور غضب ناک ہو کر بولا "تو سردار کاہن کو ایسا جواب دیتا ہے"؟

پھر وہ یسوعؔ کو دوسرے کمرہ میں سردار کاہن کے داماد کے سامنے لے گئے اور وہاں انہوں نے اس سے پھر سوال کئے۔ وہاں بہت سے گواہ اور کاہن موجود تھے۔ یسوعؔ پر بہت سے الزام لگائے گئے مگر اس نے اپنی صفائی پیش کرنے کی مطلق کوشش نہیں کی۔

سردار کاہن کے داماد نے پوچھا "تو کوئی جواب نہیں دیتا" اور ابھی جبکہ یسوعؔ خاموش ہی تھا تو اس نے پھر سوال کیا "کیا تو خدا کا بیٹا مسیح ہے؟"

یسوعؔ نے کہا "ہاں! میں ہوں"۔

اس پر جتنے لوگ کمرہ میں تھے چلا اٹھے "مزید سوال کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ موت کی سزا کے لائق ہے"۔ کیونکہ یہودیوں کی شریعت کے مطابق خدا کے خلاف کفر کی سزا موت تھی۔ یہ لوگ اپنی عدم واقفیت اور تعصب کی وجہ سے یسوعؔ پر ایمان لانے کو تیار نہ تھے۔ گو وہ اپنی مقدس کتابوں میں اس کے متعلق پڑھ چکے تھے مگر ان کا خیال تھا کہ اس کا دعویٰ جھوٹا ہے۔

مگر رومی قانون کے مطابق، کاہنوں کو یہ اختیار حاصل نہیں تھا کہ وہ کسی کو موت کی سزا دیں۔ اس لئے انہوں نے یہ تجویز کی وہ رومیوں کے آگے اس کے خلاف نالش کریں اور اسے رومی عدالت سے سزا دلوائیں۔ اس کے لئے بہر حال انہیں صبح تک انتظار کرنا تھا۔ لہٰذا انہوں نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اسے حوالات میں بند کر دیں۔

اتنے میں، صحن میں پطرسؔ کی، اس کی گلیلی لب و لہجہ کے باعث

شناخت ہو گئی۔ مگر اس پر اتنی دہشت طاری تھی کہ اس نے انکار کرنا شروع کر دیا۔ وہ غصے میں کہنے لگا میں اس آدمی کو نہیں جانتا"۔

اچانک قریب ہی کسی مرغ نے بانگ دینا شروع کر دیا۔ اسی وقت یسوعؔ کو صحن میں سے حوالات کی طرف لے جایا جا رہا تھا۔ جب یسوعؔ پطرسؔ کے قریب سے گزرا، تو اس نے پطرسؔ کی طرف دیکھا۔ غصہ سے نہیں بلکہ دل افسوس کے ساتھ جب پطرسؔ کی آنکھیں خداوند کے ساتھ دو چار ہوئیں تو اس نے شرمندگی کے سبب اپنا منہ چھپا لیا اور صحن سے باہر نکل کر زار زار رونے لگا۔

حوالات میں یسوعؔ کو اذیت پہنچا کر، سپاہی پو پھٹنے تک اس کا ٹھٹھا اڑاتے رہے۔ انہوں نے اس کے منہ پر تھوکا اور اس کے گال پر طمانچے مارے "تاکہ کسی نہ کسی طرح اسے اشتعال دلائیں۔ انہوں نے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھی اور باری باری اسے مارتے اور پوچھتے، "اپنی نبوت سے یہ تو بتلا کہ ہم میں سے کس نے تجھے مارا ہے"؟

آخر کار صبح ہو گئی۔ وہ اسے ہتھکڑی لگا کر حراست میں لئے جلدی جلدی گلیوں میں سے گزار کر، رومی حاکم پیلاطسؔ کے محل میں لے گئے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک بہت بڑی بھیڑ تھی جس کے آگے آگے سردار کاہن اور اس کے دیگر ساتھی چل رہے تھے۔ محل پہنچنے پر وہ اندر نہیں گئے۔ بلکہ باہر کھڑے انتظار کرتے رہے۔ کیونکہ عید کے موقع پر عدالت میں داخل ہونے سے وہ ناپاک ہو جاتے۔ جب پیلاطسؔ کو اطلاع ہوئی تو وہ خود ان سے ملاقات کرنے کے لئے سیڑھیوں سے نیچے اترا، کیونکہ وہ ان کی مذہبی رسومات سے واقف تھا۔ جب اسے

یہ معلوم ہُوا کہ وُہ ایک مجرم کو پیش کرنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں تو اس نے پوچھا "اس نے کیا جُرم کیا ہے"!

کاہنوں نے جواب دیا "ہم نے اُسے اپنی قوم کو بہکاتے اور قیصر کو خراج دینے سے منع کرتے اور اپنے آپ کو مسیح بادشاہ کہتے پایا ہے۔"

اس پر پیلاطسؔ نے حکم دیا کہ اُسے عدالت میں پیش کیا جائے۔ پھر اُس نے تختِ عدالت پر بیٹھ کر یسوؔع سے پوچھا "کیا تو یہودیوں کا بادشاہ ہے؟"

یسوؔع نے جواب دیا "میری بادشاہی اس دُنیا کی نہیں۔ اگر میری بادشاہی اس دنیا کی ہوتی، تو میرے خادم لڑتے تاکہ میں یہودیوں کے حوالہ نہ کیا جاتا۔ مگر اب میری بادشاہی یہاں کی نہیں"۔ پیلاطسؔ نے اس سے کہا "پس کیا تو بادشاہ ہے؟" یسوؔع نے جواب دیا تو خود کہتا ہے کہ میں بادشاہ ہوں۔ میں اس لئے پیدا ہُوا اور اس واسطے دُنیا میں آیا ہوں کہ حق پر گواہی دوں۔"

مزید سوالات پوچھنے کے بعد پیلاطسؔ باہر نکل کر سردار کاہنوں سے کہنے لگا "میں اس میں کوئی جرم نہیں پاتا۔"

مگر وہ چلائے "یہ تمام یہودیہ میں بلکہ گلیلؔ سے لے کر یہاں تک لوگوں کو سکھا سکھا کر اُبھارتا ہے۔"

پھر پیلاطسؔ نے یسوؔع کو پھرے ہیں' ہیرودیسؔ کے پاس بھیج دیا کیونکہ گلیل کی ذمہ داری اس پر تھی، ہیرودیسؔ یسوؔع کو دیکھ کر بہت خوش ہوا، کیونکہ اُسے توقع تھی کہ وہ کوئی معجزہ کرے گا۔ چنانچہ اُس

نے یسوؔع سے بہت سے سوالات کئے۔ مگر خُداوند کو معلوم تھا کہ وُہ بہت بدکار ہے اس لئے اُس نے اُسے کسی سوال کا جواب نہ دیا، حالانکہ وہاں بھی سردار کاہن اور اُس کے ساتھی خُداوند یسوؔع کو لعنت ملامت کرتے رہے۔ آخر کار ہیرودیسؔ نے یسوؔع کے مقدمہ کو کوئی اہمیت نہ دی اور اُسے عدالت سے فارغ کر کے پیلاطسؔ کے پاس واپس بھیج دیا۔ جب یسوؔع پیلاطسؔ کے پاس پہنچا، تو اس وقت وہ بادشاہوں کی طرح چوغہ پہنے بڑی تمکنت سے بیٹھا ہوا تھا۔

رُومی حاکم نے ایک مرتبہ پھر عدالت کے سامنے جمع شدہ بھیڑ کو مخاطب کیا اور کہا کہ "تُم اس شخص کو لوگوں کا بہکانے والا ٹھہرا کر میرے پاس لائے ہو اور دیکھو میں نے تمہارے سامنے اس کی تحقیق کی مگر جن باتوں کا الزام تم اس پر لگاتے ہو، اس کی نسبت نہ میں نے اس میں کچھ قصور پایا نہ ہیرودیسؔ نے، کیونکہ اُس نے اُسے ہمارے پاس واپس بھیجا ہے۔ اور دیکھو اس سے کوئی ایسا فعل سرزد نہیں ہوا جس سے وہ قتل کے لائق ٹھہرتا۔ پس میں اس کو پٹوا کر چھوڑے دیتا ہوں۔"

مگر بھیڑ کچھ سُننے کو تیار نہ تھی بلکہ لوگ اور بھی چلّا چلّا کر کہنے لگے "اس کو مصلوب کر، مصلوب!"

پیلاطسؔ کہنے لگا کیوں؟ "اس نے کیا بُرائی کی ہے؟" چونکہ بھیڑ زیادہ ہوتی جاتی تھی اس لئے پیلاطسؔ نے محسوس کیا کہ اگر اس نے سمجھ بوجھ سے کام نہ لیا تو بغاوت کا اندیشہ ہو جائے گا، کیونکہ کاہنوں نے عوام کو سکھا رکھا تھا کہ وہ یسوؔع کی موت کا مطالبہ کریں۔

جب ہجوم نے اور زیادہ شور کرنا شروع کر دیا تو پیلاطسؔ نے اندر

جا کر سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ یسوؔع کو کوڑے ماریں۔ پھر سپاہیوں نے اس کے کپڑے اُتار دیئے اور کھمبے سے باندھ کر، اُسے چمڑے کے کوڑے سے، جس میں لوہے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے پروئے ہوئے تھے مارا۔ مگر خُداوند یسوؔع نے ان سخت کوڑوں کو خاموشی سے برداشت کیا۔

یہ دیکھ کر سپاہی اور بھی برافروختہ ہُوئے۔ چنانچہ وہ اُسے اپنی بارک میں لے گئے۔ وہاں انہوں نے اُسے ایک فوجی ارغوانی رنگ کا پُرانا چوغہ پہنایا اور ایک خاردار شاخ لے کر اُس کا تاج بنایا اور اس کے سر پر رکھ دیا۔ پھر وہ اس کا ٹھٹھا اڑا کر کہنے لگے "اے یہودیوں کے بادشاہ آداب" اور اس کے سر پہ بید مارتے اور اس کے مُنہ پر تھوکنے لگے۔ اسی حالت میں وہ یسوؔع کو دوبارہ پیلاطسؔ کے رُوبرو لے گئے۔

پیلاطسؔ اُسے پھر ہجوم کے پاس لے گیا اور اس کی طرف اشارہ کر کے طنز یہ کہنے لگا "دیکھو یہ ہے تمہارا بادشاہ"۔ شاید وہ سمجھتا تھا کہ اب جبکہ یسوؔع کو کوڑے لگ چکے ہیں اور اس کا مذاق اڑایا جا چکا ہے تو ان کی تسلیؔ ہو گئی ہو گی۔

مگر یسوؔع کو دیکھ کر ہجوم نے شور مچایا "لے جا! لے جا! اسے مصلوب کر، اسے مصلوب کر"۔ پیلاطسؔ نے محسوس کیا اب وہ اور زیادہ عرصہ تک ہجوم کی مخالفت نہیں کر سکے گا، مبادا کہ سارا شہر باغی ہو جائے۔ چنانچہ وہ کہنے لگا "اسے لے جاؤ اور خود ہی صلیب دو۔ میں اس میں کچھ جرم نہیں پاتا"۔ پھر اس نے سپاہیوں کو بادلِ نخواستہ وہ حکم دیا جس کا ہجوم منتظر تھا۔ "جاؤ اس کی صلیب کا بندوبست کرو"۔

رومی قانون کے تحت، نہ صرف صلیبی موت اذیت ناک تھی بلکہ تمام

اموات سے زیادہ شرم ناک سمجھی جاتی تھی۔ اس قسم کی سزا صرف غلاموں یا بدترین مجرموں کو ہی دی جاتی تھی۔ تاہم کاہنوں کو خُداوند یسوؔع سے اس قدر نفرت تھی کہ انہوں نے اس کے لئے ایسی ہی موت کا مطالبہ کیا۔

پس سپاہیوں نے جلدی جلدی صلیب کا بندوبست کیا۔ انہوں نے دو شہتیر لئے اس میں سے جو بڑا تھا اُسے زمین پر سیدھا رکھ دیا اور چھوٹے والے کو اس کے اُوپری سرے پر رکھ کر جڑ دیا۔ اِدھر کچھ سپاہی تو صلیب کا انتظام کر رہے تھے، مگر دوسری طرف کچھ سپاہیوں نے اس کا ارغوانی چوغا اتار کر، اُسے اس کے اصلی کپڑے پہنا دیئے۔ پھر جب صلیب تیار ہو چکی تو انہوں نے وہ اس کے کندھوں پر لاد دی۔ دو ڈاکو بھی تھے جنہیں موت کی سزا ہوئی تھی۔ فیصلہ ہوا کہ انہیں بھی یسوؔع کے ساتھ ہی صلیب دیا جائے۔ لہٰذا ان کے لئے بھی دو صلیبیں تیار کی گئیں۔

تب یسوؔع اور وہ دونوں ڈاکو اپنی اپنی صلیب اٹھائے قلعہ سے باہر نکالے گئے۔ وہ یروشلیؔم کی گلیوں میں سے ہوتے ہوئے شہر کے پھاٹک سے نکل کر شہر پناہ کے باہر اس مقام پر پہنچے، جہاں صلیب دی جاتی تھی۔ خُداوند یسوع جو کوڑے کھانے کی وجہ سے پہلے ہی بے انتہا کمزور ہو چکا تھا، راستہ میں صلیب کے بوجھ سے دبا ہُوا کتنی بار ٹھوکر کھا کر گرا۔ آخر کار سپاہیوں نے ہجوم میں سے ایک شخص پر صلیب لاد دی۔

جب وہ صلیب کے مقام پر پہنچے تو وہ تینوں صلیبیں زمین پر رکھ دی

گئیں۔ اس موقع پر انہوں نے اپنی روایت کے مطابق نرمی کا اظہار کرنے کے لئے خداوند یسوع اور دونوں ڈاکوؤں کو پینے کے لئے ایک قسم کا سرکہ دیا تاکہ انہیں درد کی شدت کا کم احساس ہو۔ مگر یسوع نے اُسے نہیں پیا، کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ اس کا ذہن صاف رہے۔

پھر سپاہیوں نے یسوع کے کپڑے اتار کر، اُسے حکم دیا کہ وہ اپنے ہاتھ پھیلا کر صلیب پر لیٹ جائے۔ جب وہ لیٹ گیا تو انہوں نے اس کی دونوں ہتھیلیوں کو چھوٹے شہتیروں کے سرے پر لوہے کے کیلوں سے ٹھونک دیا۔ اسی طرح اُنہوں نے دونوں پاؤں کو اُوپر نیچے رکھ کر کیل ٹھونک دیئے۔ جب سپاہی اپنا کام کر رہے تھے تو خداوند نے دُعا کی "اے باپ انہیں معاف کر کیونکہ یہ نہیں جانتے کہ کیا کر رہے ہیں"۔

جب ڈاکوؤں کو بھی صلیب پر جڑ دیا گیا تو تینوں صلیبوں کو اُٹھا کر اُن کے سروں کو گہرے گڑھوں میں جو ان کے لئے کھودے گئے تھے رکھ دیا گیا۔ وہ صلیب جس پر یسوع تھا، درمیان میں تھا اور اس کے اُوپر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے "یسوع ناصری یہودیوں کا بادشاہ"۔

پھر سردار کاہن اور لوگ اس کے ارد گرد اکٹھے ہو کر اس کا مذاق اڑانے لگے۔ وہ کہتے تھے "اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو صلیب پر سے نیچے اُتر آ"، اور "اُس نے خدا پر بھروسہ کیا ہے اگر وہ چاہتا ہے تو اب اس کو چھڑا لے، کیوں کہ اس نے کہا تھا کہ میں خدا کا بیٹا ہوں"۔ مگر خداوند نے کوئی جواب نہ دیا تاہم ہجوم میں اپنی ماں اور اپنے شاگردوں کو دیکھ کر، اس نے انہیں تسلی و اطمینان دلایا۔

ڈاکوؤں میں سے بھی ایک نے طعنہ زنی شروع کر دی "کیا تو مسیح نہیں؟ تو اپنے آپ کو اور ہم کو بچا"۔ لیکن دوسرا بولا "کیا تو خدا سے نہیں ڈرتا حالانکہ اسی سزا میں گرفتار ہے؟ ہماری سزا تو واجبی ہے، کیونکہ اپنے کاموں کا بدلہ پا رہے ہیں لیکن اس نے کوئی بے جا کام نہیں کیا"۔ پھر وہ یسوع سے مخاطب ہوا "اے یسوع جب تو اپنی بادشاہی میں آئے تو مجھے یاد رکھنا"۔ جب یسوع نے اس کا ایمان دیکھا اور معلوم کیا کہ وہ اپنے گناہ پر پشیمان ہے تو اس سے کہا "آج ہی تو میرے ساتھ فردوس میں ہوگا"۔

گھڑیاں ایک ایک کر کے گذر رہی تھیں، اور دن کی تپش میں اضافہ ہو رہا تھا۔ یسوع اور ان دونوں ڈاکوؤں کو صلیب پر موت تک لٹکنا تھا۔ ہجوم بیٹھا تماشہ دیکھ رہا تھا۔ دوپہر ہو گئی اور تینوں صلیبوں کے اُوپر سورج آ گیا اور تپش اور بھی بڑھ گئی پھر یکایک سُورج پر سایہ آنے لگا۔ یہ سایہ گرہن کی طرح تھا۔ حالانکہ جب پورا چاند ہو تو گرہن نہیں لگتا۔ یک لخت تمام سُورج چھپ گیا اور آسمان تاریک ہو گیا، جیسا کہ شام کے وقت یا کسی طوفان کے وقت ہوتا ہے۔ ہجوم خاموش ہو گیا اور ان پر دہشت چھا گئی۔ انہیں خوف تھا کہ اب ان پر کوئی بڑا عذاب نازل ہونے والا ہے، مگر کچھ بھی نہیں ہوا۔ صرف تاریکی پھیلی ہوئی تھی اور ہر طرف خاموشی ہی خاموشی تھی۔ تینوں مجرم بمشکل دکھائی دیتے تھے۔ اسی حالت میں تین گھنٹے اور گذر گئے۔ پھر یسوع کے مُنہ سے ایک دردناک آواز نکلی "اے میرے خدا، اے میرے خدا، تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا" اور پھر خاموشی طاری ہو گئی۔

آہستہ آہستہ اندھیرا چھانے لگا اور وہ جو تماشہ دیکھ رہے تھے کیا دیکھتے ہیں کہ یسوعؔ خاموشی کے ساتھ اپنی صلیب پر لٹکا ہوا ہے۔ وہ ڈاکوؤں کی طرح "تڑپ" نہیں رہا ہے۔ پھر وہ یکایک چلایا "تمام ہوا"۔ ابھی لوگ حیران تھے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے کہ انہوں نے اُسے دعا کرتے سُنا "اے باپ! مَیں اپنی رُوح تیرے ہاتھوں میں سونپتا ہوں" اور پھر اُس نے ایک سرد آہ بھری اور اس کا سر آگے کو جُھک گیا۔

لوگ ابھی سرگوشیاں ہی کر رہے تھے کہ "وہ مر گیا ہے" کہ یکایک ان کے پاؤں تلے زمین کانپنے لگی اور چٹانیں تڑکنے کی آوازیں سُنائی دینے لگیں۔ جب پھر خاموشی طاری ہو گئی تو صوبہ دار نے اپنے دل میں بڑی بے چینی محسوس کی اور چلا اٹھا "بے شک یہ خدا کا بیٹا تھا"۔ اس کی آواز میں ایسی دہشت تھی جیسے کہ وہ یہ کہہ رہا ہو "ہم نے یہ کیا کیا کہ خدا کے بیٹے کو مصلوب کر دیا"۔ لیکن ایک سپاہی ایسا بھی تھا جسے یقین نہ آیا کہ واقعی خداوند یسوعؔ مر چکا ہے لہٰذا اس نے اُس کی پسلی میں نیزہ مارا۔ اُس کے بعد اب شک و شُبہ کی گنجائش کہاں رہ گئی تھی۔

آہستہ آہستہ ہجوم منتشر ہونے لگا۔ بہت سے لوگ بلند آواز سے ماتم کر رہے تھے، کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ کوئی بڑا حادثہ ہوا ہے اور ساتھ ہی خوف زدہ بھی تھے۔ پھر یوں ہوا کہ چند عورتیں جو کچھ فاصلہ پر کھڑی سب کچھ دیکھ رہی تھیں، صلیب کے پاس آ کر خداوند یسوعؔ کے قدموں میں گر کر آہ و زاری کرنے لگیں۔ نیز اس کے شاگرد اور دوسرے لوگ جنہیں خداوند سے محبت تھی، نزدیک آ کر اس کے جسم کو دیکھنے لگے۔ مگر انہوں نے کوئی بات نہیں کہی، کیونکہ ان کا دلی غم لفظوں میں

بیان نہیں ہو سکتا تھا۔ اُنہوں نے روتے ہوئے اس کی پسلی کا گہرا زخم اور اس کے ہاتھ اور پاؤں میں کیل دیکھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ یسوعؔ اب ان سے ہمیشہ کے لئے جُدا ہو گیا ہے اور وہ بہت نا اُمید ہو چکے تھے۔ ان کا ایمان تھا کہ وہ خُدا کا بیٹا ہے۔ اُنہوں نے اس کے عظیم الشان معجزے بھی دیکھے تھے۔ اس نے ان کے سامنے مردوں کو زندہ کیا تھا۔ مگر اب تو ان کا خُداوند جسے وہ پیار کرتے تھے اور جس کی باتوں پر وہ یقین رکھتے تھے خود ہی مر چکا ہے۔

یہ محسوس کر کے کہ اب زندگی بے معنی ہو چکی ہے، اُنہوں نے اُس کا ماتم کیا۔ اگر وہ نجات دہندہ نہیں تھا تو پھر اور کون نجات دہندہ ہو سکتا ہے؟ اس غم کے مارے انہیں یہ بھی یاد نہ رہا کہ اس نے خود اپنے متعلق کیا کہا تھا اور کہ کلام میں اس کے متعلق کیا لکھا ہے۔

مگر خداوند کے قول کے مطابق اُن کے غم کو خوشی میں تبدیل ہونا تھا کیونکہ خُداوند کی صلیبی موت امیدوں کا خاتمہ اور شکست نہیں تھی بلکہ اس کے برعکس فتح اور پُر جلال زمانے کی ابتدا تھی۔ یہی وہ سبق تھا جسے آخر کار انہیں سیکھنا تھا۔

اور جب اُنہوں نے خُداوند یسوعؔ کی صلیبی موت کو سمجھ لیا تو اس کے تمام دُکھ جو اُس نے اٹھائے تھے، انہیں یاد آنے لگے اور ان کے دل محبت اور شُکر گزاری سے بھر گئے اور وہ خُدا کے اُس کلام کی حقیقت سے واقف ہو گئے، جو بہت عرصہ پہلے بیان ہو چکی تھی۔

وہ ہماری خطاؤں کے سبب سے گھائل کیا گیا اور ہماری بدکرداری کے باعث کچلا گیا۔ ہماری ہی سلامتی کے لئے اُس پر سیاست ہوئی تاکہ

اس کے مار کھانے سے ہم شفا پائیں۔

پھر پطرس نے جب ان باتوں پر غور کیا تو خدا وند کی عجیب محبت سے حیران ہو کر لکھا

"وہ آپ ہمارے گناہوں کو اپنے بدن پر لئے ہوئے صلیب پر چڑھ گیا تاکہ ہم گناہوں کے اعتبار سے مر کر راستبازی کے اعتبار سے جئیں اور اُسی کے مار کھانے سے ہم نے شفا پائی ..... مسیح نے بھی یعنی راستباز نے ناراستوں کے لئے گناہوں کے باعث ایک بار دُکھ اٹھایا تاکہ ہم کو خدا کے پاس پہنچائے۔"

اور جب یوحنا رسول نے خداوند یسوع کے صلیب پر کیلوں سے ٹھونکے جانے کی حالت پر غور کیا تو اُس نے لکھا۔

"وہی ہمارے گناہوں کا کفارہ ہے اور نہ صرف ہمارے ہی گناہوں کا بلکہ تمام دنیا کے گناہوں کا بھی۔"

پھر جب یوحنا نے اس حقیقت پر غور کیا تو اس پر ایک اور حقیقت واضح ہو گئی۔ وہ حقیقت یہ ہے کہ خدا محبت ہے اور بنی نوع انسان کے لئے خدا کی محبت خداوند یسوع کی موت میں ظاہر ہوئی ہے۔ چنانچہ اس محبت کی گہرائی سے حیرت زدہ ہو کر اُس نے لکھا۔

"محبت اس میں نہیں کہ ہم نے خدا سے محبت کی بلکہ اس میں ہے کہ اس نے ہم سے محبت کی اور ہمارے گناہوں کے کفارے کے لئے اپنے بیٹے کو بھیجا۔"

واقعی مسیح کی صلیبی موت ایک بڑا بھید ہے جسے بہت کم لوگ سمجھ سکتے ہیں اور جس کی تہ تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ دنیا کے حکیموں کے نزدیک

صلیب کا پیغام بے وقوفی ہے۔ وہ لوگ جو اپنے زعم میں، اپنے آپ کو راستباز سمجھتے ہیں اور اپنی رسمی پرہیزگاری پر نازاں ہیں۔ جب وہ یہ بات سنتے ہیں تو یہ ان کے لئے ٹھوکر کا باعث ہوتی ہے۔ مگر وہ لوگ جنہیں اپنے گناہوں کے بوجھ کا احساس ہے، جن کا خداوند یسوع پر توکل ہے، اور جن کا ایمان ہے کہ صلیب پر خداوند یسوع نے اُن کے اور تمام جہان کے گناہ اٹھا کر ان کا کفارہ دیا ہے۔ انہیں ان الفاظ کی حقیقت کا تجربہ ہو جاتا ہے۔ انہیں خداوند یسوع کی موت کے وسیلہ سے ایسی طاقت حاصل ہو جاتی ہے کہ اب وہ راستبازی کی زندگی گذار سکتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ انہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ خداوند یسوع کے ذریعہ سے قدوس و ابدی خدا کی رفاقت میں داخل ہو چکے ہیں۔

اس تجربہ کو حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ انسان اپنے آپ کو حلیمی سے خدا کے آگے جھکائے اور خدا سے رُوحُ القدس کی روشنی کے لئے فریاد کرے۔ صرف اسی طریقے سے وہ ان تمام نعمتوں میں شامل ہو سکتا ہے اور ان کو سمجھ سکتا ہے جو خداوند یسوع مسیح نے اپنی موت کے وسیلہ سے اس کے لئے خریدی ہیں۔

کتابِ مُقدس کے حوالجات

عام:۔ یوحنا ۱۱ ؛ یوحنا ۶ : ۱-۱۴ ؛ ۱ : ۲۲-۲۹ ؛ لوقا ۱۱ : ۳۹-۴۴؛ متی ۲۰ : ۱۷-۱۹، ۲۹-۳۴ ؛ ۲۱ : ۱-۱۶ ؛ لوقا ۱۹ : ۴۱-۴۴، متی ۲۳ : ۲۷-۳۹ ؛ ۲۶ : ۳-۵، ۱۴-۱۶ ؛ یوحنا ابواب ۱۳-۱۷ ؛ لوقا ۲۲ : ۱-۲۳، ۴۹ ؛ یوحنا ۱۸، ۱۹ ؛ متی ۲۶ : ۲۷

خاص:- [۱] یوحنا ۱: ۲۹ — [۲] یوحنا ۶: ۵۱
[۳] ۲۔ کرنتھیوں ۵: ۲۱ — [۴] رومیوں ۸: ۳
[۵] یسعیاہ ۵۳: ۵ — [۶] ۱۔ پطرس ۲: ۲۴؛ ۳: ۱۸
[۷] ۱۔ یوحنا ۲: ۲ — [۸] ۱۔ یوحنا ۴: ۱

باغ

جس جگہ پر خُداوند یسوعؔ کو مصلوب کیا گیا تھا، اس کے پاس ہی یوُسفؔ نامی ایک امیر شخص کا باغ تھا۔ اُس نے اس میں اپنے لئے پہاڑی چٹان میں ایک قبر کھدوائی ہوئی تھی کہ جب وہ مرے تو اس میں دفن کیا جائے۔ وہ قبر ایک چھوٹے سے کمرہ یا غار کی مانند تھی اور اس کے منہ کو بند کرنے کے لئے وہاں ایک بڑا سا پتھر پڑا ہوا تھا۔

یوسفؔ حق کا متلاشی اور یسوعؔ کا خفیہ شاگرد تھا۔ مگر خوف کے باعث اُس نے خُداوند کے ساتھ اپنی محبت کو ہر ایک سے چھپا رکھا تھا۔ لیکن خداوند کی موت کے بعد وہ بڑی جرأت سے پیلاطسؔ کے پاس جاکر کہنے لگا "اگر اجازت ہو تو میں یسوعؔ کی لاش کو لے جاکر دفن کر دوں"۔

پس پیلاطسؔ نے اجازت دے دی۔ چنانچہ یوسفؔ نے خداوند کے دوستوں کی مدد سے یسوعؔ کی لاش صلیب سے اُتاری اور یہودی رسم و رُواج کے مطابق اسے نہلا دھلا کر عمدہ ململ کے کفن میں لپیٹ دیا۔ پھر لاش کو اٹھا کر اس قریبی باغ میں لے گئے جہاں یوسفؔ نے اپنے لئے قبر بنوائی تھی اور وہاں اُسے اس قبر کے اندر رکھ دیا۔ پھر انہوں نے اس بڑے پتھر کو

قبر کے مُنہ پر رکھ دیا اور ماتم کرتے ہُوئے واپس چلے گئے۔ جب وہ باغ سے نکلے تو سورج غروب ہو رہا تھا۔ لیکن وہ عورتیں جو صلیب کے پاس کھڑی رہ رہی تھیں اور جو اُن کے پیچھے پیچھے قبر تک گئی تھیں، وہ کچھ عرصہ تک وہاں رُکی رہیں۔ اُنہوں نے قبر کو اچھی طرح سے دیکھ لیا، تاکہ بعد میں اُنہیں ڈھونڈنے میں دقت نہ ہو۔ وہ اپنے دل میں سوچ رہی تھیں کہ اگلے دن جب عید کا اہم حصّہ ختم ہو جائے گا تو ہم اپنے ساتھ تازہ مسالے لائیں گی اور انہیں زیادہ احتیاط سے خدُاوند کی لاش پر مل دیں گی۔

اگلے دن جب شاگرد اپنے گھروں میں دُبکے اس بات سے ڈر رہے تھے کہ کہیں گرفتار نہ کر لئے جائیں، تو اُس وقت سردار کاہن دیگر مذہبی رہنماؤں کے ساتھ پیلاطُسؔ کے دربار میں پہنچا اور عرض کرنے لگا "خداوندا ہمیں یاد رہے کہ اُس دھوکے باز نے جیتے جی کہا تھا کہ میں تین دن کے بعد جی اُٹھوں گا۔ پس حکم دے کہ تیسرے دن تک قبر کی نگہبانی کی جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے شاگرد آکر اُسے چُرا لے جائیں اور لوگوں سے کہہ دیں کہ وہ مردوں میں سے جی اٹھا اور یہ پچھلا دھوکہ پہلے سے بھی بُرا ہو۔"

اس پر پیلاطُسؔ نے بڑی حقارت سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "تمہارے پاس پہرے دار ہیں۔ جاؤ جہاں تک تم سے ہو سکے اس کی نگہبانی کرو۔" لہٰذا انہوں نے تمام انتظام کر دیئے۔ نہ صرف یہ کہ اُنہوں نے قبر پر پہرہ بٹھا دیا بلکہ قبر کے مُنہ پر جو پتھر تھا اس پر مہر بھی لگا دی۔ اس کے بعد انہیں تسلی ہوگئی کہ اب کوئی لاش نہیں چُرا سکتا۔

جہاں تک شاگردوں کا تعلق تھا انہیں نہ تو پہرے کا علم تھا اور

نہ ہی ان کے ذہن میں یسوؔع کی لاش چُرانے کا خیال آسکتا تھا۔ وہ اتنے غمگین اور خوف زدہ تھے کہ انہیں یہ بھی یاد نہ رہا تھا کہ خدُاوند نے کبھی اپنے متعلق مُردوں میں سے جی اٹھنے کا بھی ذکر کیا تھا۔

تیسرے دن یوں ہُوا کہ مُنہ اندھیرے تین عورتیں مسالے لئے ہوئے باغ میں داخل ہوئیں۔ جب وہ ابھی راستے میں ہی تھیں تو ان میں سے ایک کہنے لگی "ہمارے لئے پتھر کون ہٹائے گا؟" لیکن جب وہ قبر کے نزدیک پہنچیں تو اُن کا دِل دہشت سے ڈوبنے لگا کیونکہ پتھر تو پہلے ہی ہٹا ہوا تھا۔

وہ ڈرتے ڈرتے آگے بڑھیں اور قبر میں جھانکا تو کیا دیکھتی ہیں کہ قبر تو بالکل خالی ہے۔ اس میں فقط خدُاوند کا کفن پڑا ہُوا ہے۔ "یہ کیا ہوا؟" وہ ایک دُوسرے سے پُوچھنے لگیں۔ جب اچانک اُنہوں نے اپنی نظریں اُوپر کی طرف اٹھائیں تو دیکھا کہ دو مرد چمکدار پوشاک پہنے ان کے پاس کھڑے ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ کانپ اٹھیں کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ وہ فرشتے تھے۔ پھر ان میں سے ایک فرشتہ نے اُن سے یوں کلام کیا "تم نہ ڈرو کیونکہ میں جانتا ہوں تم یسوؔع کو ڈھونڈتی ہو جو مصلوب ہُوا تھا۔ وہ یہاں نہیں ہے کیونکہ وہ اپنے کہنے کے مطابق جی اٹھا ہے۔ زندہ کو مردوں میں کیوں ڈھونڈتی ہو؟ آؤ یہ جگہ دیکھو جہاں خدُاوند پڑا تھا اور جلد جاکر اس کے شاگردوں سے کہہ دو کہ وہ مُردوں میں سے جی اُٹھا ہے۔"

وہ عورتیں یہ سُن کر وہاں سے فوراً بھاگ کھڑی ہوئیں اور ان میں سے ایک بنام مریمؔ پطرسؔ کو ڈھونڈنے چلی گئی۔ خبر ملتے ہی پطرسؔ اور یوحنؔا بھاگتے ہوئے باغ میں پہنچ گئے۔ پہلے پطرسؔ قبر کے اندر گیا۔ کچھ لمحوں کے

بعد یوحنا بھی اُس کے پیچھے قبر میں گیا۔ دونوں حیرانی سے اُس چادر کو گھورنے لگے جو قبر کے فرش پر پڑی تھی۔ نیز وہ کپڑا بھی جس سے خدا وند کا سر بندھا ہوا تھا، لپٹا ہُوا ایک کونے میں پڑا ہوا دیکھا۔ یہ کسی چور کا کام تو نہیں ہو سکتا؟ چند لمحوں بعد یوحنا کے دل میں یقین کی مدھم سی کرن پیدا ہوئی کہ کسی ناقابلِ بیان طریقہ سے خُدا وند از سرِ نو زندہ ہوگیا ہے۔

اس کے بعد پطرس اور یوحنا تو گھر چلے گئے مگر مریم قبر پر بیٹھی روتی رہی۔ اُسے خُدا وند سے بہت محبت تھی۔ اسے مزید صدمہ یہ تھا کہ اس کی لاش قبر سے غائب ہے اور اُسے معلوم نہیں ہے کہ وُہ کہاں رکھی ہوئی ہے۔

روتے روتے اچانک اُسے محسوس ہُوا کہ کوئی اس کے پیچھے کھڑا ہے۔ اُس نے مڑ کر اپنی آنسو بھری آنکھوں سے خدا وند یسوعؔ کو دیکھا مگر افسردگی کے عالم میں یہی سمجھا کہ وہ باغبان ہے۔

پس خُداوند پوچھنے لگا "تو کیوں روتی ہے؟ تو کس کو ڈھونڈتی ہے؟"

مریمؔ اپنا مُنہ چھپاتے ہوئے بولی "میاں! اگر تُو نے اُس کو یہاں سے اٹھایا ہو تو مجھے بتا دے کہ اُسے کہاں رکھا ہے تاکہ میں اُسے لے جاؤں"۔

اس پر یسوعؔ نے کہا "مریمؔ" جس انداز سے اُس نے اُس کا نام پُکارا تھا اُس سے مریمؔ نے پہچانا کہ یہ خُداوند ہی ہے چنانچہ وہ خوشی سے بے خود ہوکر، اُس کے پاؤں میں گر کر کہنے لگی "ربونی" یعنی اے اُستاد۔

تب مریمؔ اُسے چھوڑ کر شاگردوں کے پاس بھاگ گئی۔ جب وہ اُس کمرہ میں جہاں شاگرد بیٹھے ہوئے تھے پہنچی تو کہنے لگی "میں نے خدا وند کو دیکھا ہے"۔

اِدھر مریمؔ شاگردوں کو یہ ماجرا سُنا رہی تھی اور اُدھر سردار کاہن نے فوراً

تمام کاہنوں اور مذہبی عالموں کو اپنے گھر بلایا اور انہیں وہ سرگذشت سُنانے لگا جو سپاہیوں نے اس سے بیان کی تھی۔

پَو پھٹنے سے پیشتر، سپاہی بڑے خوف زدہ ہوکر سردار کاہن کے پاس دوڑے آئے اور بڑی حیرانی اور پریشانی کی حالت میں اُس سے کہنے لگے۔ وہ قبر سے نکل گیا ہے۔ اس وقت زمین کانپنے لگی اور ہم سمجھے کہ کہیں بھونچال نہ آگیا ہو، اس لئے زمین پر گر پڑے۔ اتنے میں آسمان پر سے خُدا کا فرشتہ اُترا اور قبر کی طرف جاکر اس بڑے پتھر کو ہٹایا اور اس پر بیٹھ گیا۔ اس کا دیدار نہایت دہشت ناک تھا۔ وہ بجلی کی مانند دکھائی پڑتا تھا اور اس کی پوشاک برف کی مانند سفید تھی۔ ایسے حالات میں ہم کیا کر سکتے تھے"۔

شاگرد عجیب کشمکش میں پڑ گئے تھے۔ اگرچہ قبر خالی تھی مگر اس کے باوجود بھی وہ مریمؔ کے اس بیان پر کہ اُس نے خُداوند کو دیکھا اور اس سے ہمکلام ہوئی، یقین نہ کر سکے۔ اس کے علاوہ اور عورتوں نے بھی فرشتے کی رویا دیکھی مگر تو بھی انہوں نے اس بات کا یقین نہ کیا کیونکہ عورتیں اس قسم کی ناقابلِ یقین باتیں کیا ہی کرتی ہیں۔

آہستہ آہستہ صبح کا وقت گذر گیا۔ بعض اور عورتیں بھی اب اُن کے پاس آئیں، جو علی الصباح قبر پر گئی تھیں۔ وہ کہنے لگیں کہ "ہم نے بھی خُداوند کو دیکھا ہے۔ ہماری اُس سے سڑک پر ملاقات ہوئی تھی، جہاں اُس نے ہمیں سلام کیا اور کہا "ڈرو مت بلکہ جاکر شاگردوں کو بتاؤ" پھر وہ آگے بڑھ گیا، "وہ واقعی جی اٹھا ہے"۔

دن چڑھے پطرسؔ جرأت کرکے بازار گیا۔ جب وہ وہاں سے لَوٹ کر آیا شاگرد اس کا چہرہ دیکھ کر سمجھ گئے کہ کوئی عجیب واقعہ ہوا ہے۔ اُس نے محض اتنا

بتایا" مَیں نے خُداوند کو دیکھا ہے"۔ اور جب اس کے دوستوں نے دیکھا کہ اس بات کا اس پر بہت گہرا اثر ہُوا ہے تو اُنہوں نے اس سے مزید تفصیلات نہ پوچھیں۔ اُنہوں نے آپس میں صرف اتنا ہی کہا "تب تو وہ یقیناً جی اُٹھا ہے"۔

جب شام ہوئی تو خُداوند یسوؔع کے علاوہ دوست بھی شاگردوں کے ساتھ مل گئے۔ جب وہ سب جمع ہو گئے تو اُنہوں نے دروازے بند کر لئے کیونکہ اُنہیں ڈر تھا کہ پتہ نہیں سردار کاہن ہم سے کیسا سلوک کرے۔

جب وہ بیٹھے باتیں کر رہے تھے تو اچانک اُنہوں نے کمرے سے باہر تیز تیز قدموں کی آواز سُنی اور دروازہ کھول کر کیا دیکھتے ہیں کہ اُن کے دو دوست باہر کھڑے ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جو شاگردوں سے جُدا ہو کر اپنے گھر چلے گئے تھے جو یروشلیؔم سے سات میل کے فاصلہ پر تھا۔ جب وہ اندر آئے تو شاگردوں نے اُنہیں یہ خوشخبری سُنائی "خداوند جی اُٹھا ہے اور شمعوؔن کو دکھائی دیا ہے"۔

پھر اُن دونوں نے بھی اپنی داستان سُنائی۔ اُنہوں نے بتایا کہ جب ہم راستہ میں گذرے واقعات پر گفتگو کر رہے تھے تو ایک ناواقف شخص ہم سے آن مِلا اور پوچھنے لگا کہ تم کیا باتیں کر رہے ہو"؟ ہم نے اُس سے پوچھا کیا تو یروشلیؔم میں اکیلا مسافر ہے جو نہیں جانتا کہ ان دنوں اس میں کیا ہُوا ہے! اور جب ہم نے اُسے سب کچھ بتا دیا تو وہ ہم سے کہنے لگا کہ "کلام پاک میں تو یہ تمام باتیں پہلے سے ہی لکھی ہوئی ہیں اور یہ اسی طرح پوری ہوئیں"۔

اِن دونوں میں سے ایک جس کا نام کلیپاؔس تھا کہنے لگا "جب وہ راہ میں ہم سے باتیں کرتا اور ہم پر نوشتوں کا بھید کھولتا تھا تو ہمارے دل جوش سے بھر گئے تھے لیکن اس وقت ہم نے اُسے پہچانا نہیں۔ جب گاؤں کی طرف مڑنے کا

راستہ آیا تب ہم نے اُس سے درخواست کی کہ وہ ہمارے ساتھ ٹھہرے۔ اس نے ہماری دعوت کو قبول کیا۔ جب ہم کھانے کے لئے بیٹھ گئے تب ہم نے پہچانا کہ وہ تو خُداوند ہی ہے۔ جس طریقے سے اس نے روٹی لی اور برکت چاہی، اس سے ہمیں یہ یقین ہُوا کہ یہی خُداوند ہے"۔

کلیپاؔس اچانک باتیں کرتا کرتا رُک گیا کیونکہ اچانک خداوند یسوؔع کمرہ میں کھڑا انہیں دیکھ رہا تھا۔ "تمہاری سلامتی ہو" اس نے کہا۔ مگر شاگرد اس قدر سہمے کہ اُنہوں نے اُس کے سلام کا کوئی جواب نہ دیا، کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ خُداوند کی رُوح ہے۔

یسوؔع پوچھنے لگا تم کیوں گھبراتے ہو اور کس واسطے تمہارے دل میں شک پیدا ہوتے ہیں؟ میرے ہاتھ اور میرے پاؤں دیکھو کہ میں ہی ہوں۔ مجھے چھو کر دیکھو کیونکہ رُوح کے گوشت اور ہڈی نہیں ہوتی جیسا مجھ میں دیکھتے ہو"۔ پھر اُس نے اپنے ہاتھ اور پاؤں دکھائے اور اُنہوں نے ان میں کیلوں کے زخم دیکھے۔

تو بھی اُن کے دلوں میں اب تک خوشی، حیرانی اور کم اعتقادی کی کشمکش جاری رہی اور وہ دم بخود ہو کر اس کی طرف دیکھتے رہے۔

پس یسوؔع نے انہیں مزید یقین دلانے کے لئے ان سے پوچھا "کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ ان میں سے ایک نے دسترخوان پر سے پکی ہوئی مچھلی کا ٹکڑا اُٹھا کر اُسے دیا اور وہ آہستہ آہستہ اُسے کھانے لگا اور شاگرد حیرانی سے اُسے دیکھتے رہے۔

اس کے بعد خداوند یسوؔع نے ان سے یوں کلام کیا "یہ میری وہ باتیں ہیں جو مَیں نے تم سے اس وقت کہی تھیں جب میں تمہارے ساتھ تھا کہ

ضرور ہے کہ جتنی باتیں موسیٰ کی توریت اور نبیوں کے صحیفوں اور زبور میں میری بابت لکھی ہیں پُوری ہوں۔" چنانچہ اُس نے پاک کلام میں سے بہت سے حوالے دیئے۔ وہ کہنے لگا "یوں لکھا ہے کہ مسیح دُکھ اٹھائے گا اور تیسرے دِن مُردوں میں سے جی اُٹھے گا اور یروشلیم سے شروع کر کے سب قوموں میں توبہ اور گناہوں کی معافی کی منادی اس کے نام سے کی جائے گی۔"[۱]

اُس نے ایسے انداز میں ان سے گفتگو کی کہ انہیں حقیقت سمجھنے میں آسانی ہو، اور یُوں آخر کار شاگردوں کے دلوں سے تمام شکوک رفع ہو گئے اور ان پر یہ جلالی حقیقت آشکارا ہو گئی کہ خُداوند واقعی زندہ ہے اور ان کے ساتھ ہے۔ اس سے پہلے تو انہیں یہ غم تھا کہ یسوؔع ان سے جدُا ہو گیا ہے، مگر اب غم کی جگہ خوشی نے لے لی۔ موت جو کہ انسان کی سب سے بڑی دشمن ہے ناکام ہو چکی تھی۔ وہ اُن سے اُن کے محبوب کو چھین نہ سکی۔ اُن کا استاد اور خداوند مر گیا تھا۔ مگر اب وہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہو گیا اور اب کوئی چیز بھی اُسے اُن سے جُدا نہیں کر سکتی۔

کیا انسان کی ہمیشہ یہی تمنّا نہیں رہی کہ کوئی ایسا معجزہ ہو کہ اس کے بچھڑے ہوئے عزیز اُسے دوبارہ مل جائیں؟ ہر وہ شخص جو اپنے کسی عزیز کو الوداع کہنے کے لئے اس کے ساتھ قبرستان تک گیا ہے، اپنے دل میں ایسی تمنا کی موجودگی سے واقف ہے۔ مگر کون موت سے اس کا شکار بچا سکتا ہے؟ کون موت کے غم کو خوشی میں تبدیل کر سکتا ہے؟ کون یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ موت کے بعد کیا ہونے والا ہے؟

مگر اب اس عجیب و غریب پیغام کو سنئے جو کہ دنیا میں گشت کر رہا ہے۔ مسیح یسوؔع نے موت کو نیست اور زندگی اور بقا کو اس خوشخبری کے وسیلہ سے روشن کر دیا۔"[۱]

چنانچہ خُداوند یسوؔع نے اپنی صلیبی موت سے ہمیں مخلصی بخشی ہے اور ہم میں سے ہر ایک کے لئے موت کا مزہ چکھ کر ہمارے گناہ کا فدیہ دیا ہے اور مُردوں میں سے زندہ ہو کر ہم پر ظاہر کر دیا ہے کہ موت کا اُن پر جو ایمان رکھتے ہیں کوئی اختیار نہیں۔ وہ لوگ جو اس پر اعتقاد رکھتے ہیں، موت میں سے ایسے گزر جائیں گے جیسے کوئی پھاٹک میں سے گزرتا ہے۔ موت گویا ابدی زندگی میں داخل ہونے کا پھاٹک ہی ہے۔ یہ وہ زندگی ہوگی جس میں نہ ماتم رہے گا، نہ آہ و نالہ، نہ اور کوئی دکھ درد بلکہ خُداوند آپ ان کے آنسو پونچھ دے گا اور جو اس سے پیار کرتے ہیں وُہ اُسے رُوبرو دیکھیں گے اور ہمیشہ اُس کے ساتھ رہیں گے۔"[۲]

اس لئے ان لوگوں کو جن کا خُداوند یسوؔع پر ایمان ہے شاگردوں کی طرح سمجھنا چاہیئے کہ اس جدائی کا دُکھ عارضی ہے، جو موت کے باعث واقع ہوتی ہے اور یہی غم ابدی خوشی میں تبدیل ہو جائے گا۔ لازم ہے کہ وُہ یقین کے ساتھ پاک کلام کے ان الفاظ کو قبول کر کے انہیں اپنائیں۔

"اے موت تیری فتح کہاں رہی؟ اے موت تیرا ڈھنک کہاں رہا؟ خُدا کا شُکر ہے جو ہمارے خُداوند یسوؔع مسیح کے وسیلہ سے ہم کو فتح بخشتا ہے۔"[۳]

کتابِ مُقدّس کے حوالجات

عام :۔ متی ۷ : ۵۷ - ۶۶ ؛ مرقس ۱۶ : ۱ - ۸ ؛ یوحنّا ۲۰ : ۱ - ۱۸ ؛ متّی ۲۸ : ۱ - ۹ ؛ لوقا ۲۴ -

خاص :۔ ۱۔ ۲ تیمتھیس ۱ : ۱۰ ؛ ۲۔ مکاشفہ ۲۱ : ۴ ؛ ۳۔ ۱۔ کرنتھیوں ۱۵ : ۵۵ - ۵۷

تمام دُنیا میں

خُداوند یسوعؔ زندہ ہو جانے کے بعد چالیسؔ دن تک زمین پر رہا۔ اگرچہ اُس عرصہ میں وہ اپنے شاگردوں کے ساتھ نہیں رہتا تھا، مگر گاہے بگاہے اُن پر ظاہر ہوتا رہا۔ کبھی وہ صرف شاگردوں کو اور کبھی شاگردوں کے ساتھ دوسرے لوگوں کو بھی دکھائی دیتا رہا، یہاں تک کہ ایک مرتبہ پانچ سو آدمیوں نے اُسے دیکھا۔

ایک مرتبہ جب وہ اُن کے ساتھ تھا تو اُس نے انہیں بہت سی باتیں سکھائیں۔ اب شاگرد اِس بات کو سمجھ گئے کہ اُس کے آسمان پر جانے کا وقت بہت قریب ہے۔ مگر اُس نے انہیں بتایا اگرچہ وہ جسمانی حیثیت سے اُن کے ساتھ نہیں ہوگا، مگر اپنی رُوح میں اُن کے دلوں میں ہوگا۔ اُس نے اُن سے وعدہ کیا "میں تمہیں یتیم نہ چھوڑوں گا۔"

اس نے شاگردوں کے سپرد وہ کام بھی کیا جو انہیں اس جہان میں رہ کر کرنا تھا۔ چنانچہ وہ کہنے لگا "آسمان اور زمین کا کل اختیار مجھے دیا گیا ہے۔ پس تم جا کر سب قوموں کو شاگرد بناؤ اور ان کو باپ اور بیٹے اور رُوح القدس کے نام سے بپتسمہ دو۔ اور ان کو یہ تعلیم دو کہ اُن سب باتوں پر عمل کریں جن کا مَیں نے تم کو حکم دیا اور دیکھو میں دُنیا کے آخر تک ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں۔"

پھر ایک دن خداوند یسوعؔ اپنے شاگردوں کو یروشلیمؔ سے باہر ایک پہاڑی پر لے گیا جہاں اُس نے اپنے ہاتھ اٹھا کر انہیں برکت دی اور کہا۔ "دیکھو جس کا میرے باپ نے وعدہ کیا ہے میں اُس کو تم پر نازل کروں گا۔ لیکن جب تک عالمِ بالا سے تم کو قوّت کا لباس نہ ملے اس شہر میں ٹھہرے رہو۔ جب رُوح القدس تم پر نازل ہوگا تو تم قوّت پاؤ گے اور ..... زمین کی انتہا تک میرے گواہ ہوگے۔" یہ کہہ کر وہ ان کے دیکھتے دیکھتے اُوپر اٹھا لیا گیا اور بادل نے اُسے ان کی آنکھوں سے چھپا لیا۔"

ابھی شاگرد آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے کہ دو مرد سفید پوشاک پہنے اُن کے پاس آ کھڑے ہوئے اور ان سے یوں مخاطب ہوئے۔ "اے گلیلی مردو! تم کیوں کھڑے آسمان کی طرف دیکھتے ہو؟ یہی یسوعؔ جو تمہارے پاس سے آسمان پر اٹھایا گیا ہے اسی طرح پھر آئے گا، جس طرح تم نے اُسے آسمان پر جاتے دیکھا ہے۔"

تب کہیں جا کر شاگردوں کی سمجھ میں آیا کہ یہ دونوں خُدا کے فرشتے تھے، جنہیں اُن کے پاس آخری پیغام پہنچانے کو بھیجا گیا تھا۔ اور وہ اپنے دلوں میں خوشی لئے یروشلیمؔ کو واپس آئے وہاں وہ خُداوند یسوعؔ کے کہنے کے مطابق رُوح القدس کے نزول کا انتظار کرنے لگے۔

پس خُداوند یسوعؔ زمین پر اپنا کام مکمل کر کے آسمان پر چلا گیا۔ مگر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد یروشلیمؔ میں شاگردوں پر اس کے وعدہ کے مطابق اس کا عجیب انعام یعنی رُوح القدس نازل ہُوا۔ پھر ان لوگوں میں ایک نئی قوّت پیدا ہوگئی اور ایک بڑی روشنی سے ان کے دل منوّر ہو گئے۔ اُنہوں نے اس خوشخبری کی منادی شروع کر دی کہ خُداوند یسوعؔ میں

لوگوں کے گناہوں کی معافی اور نجات پیش کر رہا ہے۔ وہ تمام لوگوں کو یہ خوشخبری سُنانے کے لئے شہر بہ شہر، گاؤں بہ گاؤں پھرتے رہے بلکہ ان میں سے بعض اس خوشخبری کو سُنانے کے لئے دور دراز ملکوں میں بھی گئے۔

تقریباً دو ہزار سال سے دُنیا میں اس نجات کے پیغام کی منادی ہو رہی ہے۔ ہر ایک ملک میں خدا کی اس عجیب و غریب محبت کی جو مسیح خداوند میں ظاہر ہوئی، منادی کی جا چکی ہے، خداوند یسوع کے نام میں بیماروں کو شفا ملی ہے، یتیموں کو سہارا دیا گیا ہے، خستہ دلوں کو بحال کیا گیا ہے اور بھوکوں کو کھلایا گیا ہے۔ یوحنا رسول کو بڑھاپے میں مستقبل کے متعلق جو رویا دکھائی گئی، اب وہ حقیقت بن چکی ہے۔ آسمان پر خدا کے تخت کے سامنے اس قدر لوگ جمع ہو چکے ہیں کہ کوئی ان کو گن نہیں سکتا۔ یہ لوگ ہر قوم اور ہر قبیلہ سے آئے ہیں یہ تمام زبانوں کے لوگ ہیں اور وہ یہ گیت گا رہے ہیں:۔

" نجات ہمارے خدا کی طرف سے ہے جو تخت پر بیٹھا ہے اور برّہ کی طرف سے۔"

فی الحقیقت انسان پر خدا کی محبت ظاہر ہو چکی ہے۔ مگر اس کے باوجود انسان کا دل اتنا سخت ہے کہ ابھی تک اکثر لوگوں نے اس پیغام کو جس کی منادی کی جا رہی ہے، قبول نہیں کیا۔ کچھ لوگ حق سے برگشتہ ہو گئے ہیں۔ اُنہوں نے اس محبت کو ٹھکرا دیا ہے جو خدا کو اُن سے ہے۔ کچھ لوگوں نے خدا کے کلام کو سننے سے انکار کر دیا ہے کیونکہ وہ انہیں گنہگار ثابت کرتا ہے۔ یہ لوگ اس نجات کا جو مسیح یسوع میں ملتی ہے مذاق اڑاتے ہیں۔

مگر محبت کتنی صابر ہے۔ خدا کے کلام میں ان لوگوں سے جو حق کا انکار کرتے اور اس کا مذاق اڑاتے ہیں، اسی طرح خطاب کیا گیا ہے:" خداوند...

تمہارے بارے میں تحمل کرتا ہے۔ اس لئے کہ کسی کی ہلاکت نہیں چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ سب کی توبہ تک نوبت پہنچے۔"

لہٰذا خدا انتظار کر رہا ہے کہ تمام لوگ نجات پائیں۔ وہ نجات اور فضل کے زمانہ کو ختم نہیں کرنا چاہتا۔ مگر وہ ہمیشہ تک انتظار نہیں کر سکتا۔ وہ وقت قریب ہے جب وہ آخرکار منصف بن کر ہر اس شخص کو سزا دے گا جس نے اُس کے احکام کی خلاف ورزی کی اور اس بخشش اور نجات کی پیشکش کو ٹھکرا دیا ہے۔

خدا کے کلام کے وہ الفاظ بالکل برحق ہیں جن میں عدل کے دن کا ذکر پایا جاتا ہے۔ وہ دن جلد آنے والا ہے جب خدا دُنیا کا انصاف خداوند یسوع کی معرفت کرے گا۔ اس دن ہر ایک شخص جس نے نجات کو رد کیا، اپنے گناہ کا حساب دے گا۔ اور جب وہ وقت آئے گا تب خدا کا عدل اس کی محبت کی جگہ لے گا کیونکہ جیسا انسان نے بویا ہے ویسا ہی کاٹے گا۔ اس وقت رحم و معافی کا سوال ہی پیدا نہیں ہو گا۔

چنانچہ کلامِ مقدس میں لکھا ہے کہ خدا نے دُنیا سے ایسی محبت رکھی کہ اس نے اپنا اکلوتا بیٹا بخش دیا تاکہ جو کوئی اس پر ایمان لائے ہلاک نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی زندگی پائے۔ کیونکہ خدا نے بیٹے کو دنیا میں اس لئے نہیں بھیجا کہ دنیا پر سزا کا حکم کرے بلکہ اس لئے کہ دُنیا اُس کے وسیلہ سے نجات پائے۔ جو اس پر ایمان لاتا ہے اُس پر سزا کا حکم نہیں ہوتا۔ جو اس پر ایمان نہیں لاتا، اُس پر سزا کا حکم ہو چکا۔ اس لئے کہ وہ خدا کے اکلوتے بیٹے کے نام پر ایمان نہیں لایا۔ اور سزا کے حکم کا سبب یہ ہے کہ نور دنیا میں آیا ہے اور آدمیوں نے تاریکی کو نور سے زیادہ پسند کیا اس

لئے کہ اُن کے کام بُرے تھے۔ کیونکہ جو بدی کرتا ہے وہ نور سے دُشمنی رکھتا ہے اور نُور کے پاس نہیں آتا۔ ایسا نہ ہو کہ اُس کے کاموں پر ملامت کی جائے مگر جو سچّائی پر عمل کرتا ہے وہ نُور کے پاس آتا ہے تاکہ اس کے کام ظاہر ہوں کہ وہ خدُا میں کئے گئے ہیں[۴]۔"

تو آئیے، ہم خداوند کے کلام کو غور سے سُنیں۔ وہ ہر ایک سے مخاطب ہو کر یوں کہتا ہے۔

"میں نورُ ہو کر دُنیا میں آیا ہوں تاکہ جو کوئی مجھ پر ایمان لائے، اندھیرے میں نہ رہے.... نوُر پر ایمان لاؤ تاکہ نوُر کے فرزند بنو[۵]۔"

کتابِ مُقدس کے حوالجات

عام :- اعمال ۱:۱-۱۲ اور باب ۲

خاص :- [۱] مکاشفہ ۷ : ۹-۱۰ [۲] پطرس ۳ : ۹

[۳] مکاشفہ ۲۰:۱۱-۱۵ [۴] یوحنّا ۳ : ۱۶-۲۱

[۵] یوُحنّا ۱۲ : ۳۶-۴۶

ختم شد